

فہرست

بسم الله الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولانا حافظ زبیر علی زئی (حفظہ اللہ) جماعت اہل حدیث کے نامور فاضل، محقق عالم اور کامیاب مناظر ہیں، تحقیق حدیث ان کا خاص موضوع ہے، حمیتِ حدیث ان کا امتیاز اور صیانتِ حدیث ان کا مقصدِ حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی اور جہاں کہیں سے بھی حدیث پر حملہ ہو، چاہے وہ انکار کی صورت میں ہو یا دُور از کار تاویل کی صورت میں یا لفظی ومعنوی تحریف کی صورت میں، موصوف بے قرار ہو جاتے ہیں اور ان کا خارا شگاف قلم حرکت میں آجاتا ہے۔

چنانچہ مولانا موصوف کی اب تک جتنی بھی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، وہ سب مذکورہ عموم مساعی ہی کے رد و ابطال میں ہیں اور ان کے جذبۂ صیانت وحمایتِ حدیث کے جذبے کی مظہر ہیں، زیرِ تبصرہ کتاب بھی جس میں انھوں نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چالیس مستند حدیثیں مع فوائد وتشریحات جمع کی ہیں، ایک ایسے صاحب کے جواب میں ہے جنھوں نے چالیس حدیثیں ایک کتاب میں جمع کر کے شائع کیں اور ان سے حنفی نماز کو نمازِ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم، ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، کیونکہ وہ حدیثیں ضعیف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔

مولانا زبیر علی زئی صاحب کی اس مختصر تالیف سے مسنون نماز کے بیشتر مسائل کی توضیح بھی ہو جاتی ہے اور نمازِ نبوی کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا اس کی نقاب کشائی بھی۔ **فجزاہ اللہ عن الإسلام والمسلمین خیر الجزاء**

حافظ صلاح الدین یوسف

جامع (مسجد) اہلحدیث مدنی روڈ، مصطفیٰ آباد لاہور [ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق جولائی 1988]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مسلمان کی قرآن وحدیث سے محبت ایک فطری امر ہے،لیکن اس امر کوقرآن وسنت کے مطابق اعمال کے قالب میں ڈھالنا واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور [اس کے] رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ [محمد:۳۳]

اور یہ محبت کا تقاضا بھی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔[آل عمران:۳۱]

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی کسوٹی اتباعِ رسول ﷺ کو ہی قرار دیا ہے۔

فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو حَکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں اور

اس فیصلہ پر پوری طرح سرِ تسلیم خم کردیں۔[النسآء:٦٥]

افسوس ! کہ ہمارے ہاں ایک گروہ کو مسلکی حمیت ،شخصیت پرستی ،بغض وعناد، تقلیدی بندھن اور ہٹ دھرمی نے ان آیاتِ قرآنیہ کو بالائے طاق رکھنے پر مجبور کردیا ہے۔

ایک غیر اہلِ حدیث صاحب فرماتے ہیں:

"الحق و الإنصاف أن الترجیح للشافعي في ھذہ المسئلة و نحن مقلدون یجب علینا تقلید إمامنا أبي حنیفة "

حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ میں شافعی (مسلک) کو ترجیح دی جائے (چونکہ) ہم مقلد ہیں لہٰذا ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔

[تقریر ترمذی:ص٣٩]

ایسے ہی ایک بزرگ "صحیح حدیث" کا جواب چودہ سال تک سوچتے رہے تھے، دیکھئے یہی کتاب (ص ٦٧) شخصیت پرستی ومسلکی حمیت اُن اسباب میں سے ایک سبب ہے جو دین سے دور اور گمراہی کے قریب تر کردیتا ہے اسی لئے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" أما العالم فإن اھتدیٰ فلا تقلدوہ دینکم "

عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔[کتاب الزھد للامام وکیع: ١/٣٠٠، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ٢/١٣٦ وسندہ حسن]

زیرِ نظر کتاب "ہدیۃ المسلمین" فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی، نماز سے متعلقہ مسائل پر جامع اور ایک رہنما تالیف ہے۔ جو کہ "چالیس حدیثیں از محمد الیاس" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ الیاس صاحب نے ضعیف وغیر صحیح روایات کا سہارا لے کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور عوام میں یہ تأثر پھیلایا کہ یہی "طریقۂ نماز" درست ہے جیسا کہ وہ چالیس حدیثیں کے صفحہ:٣٠ پر لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدینہ منورہ کے پاکیزہ ماحول میں لکھی گئی کتاب"

تو عرض ہے کہ جھوٹ ، جھوٹ ہی رہتا ہے خواہ مدینہ میں بولا یا لکھا جائے خواہ ہندوستان میں!

بطورِ نمونہ ایک جھوٹ اور ایک خیانت پیشِ خدمت ہے:

جھوٹ: گردن پر مسح کے بارے میں ایک (ضعیف) حدیث لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

''شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے'' [ص۶]

یہ صریح جھوٹ ہے، کیونکہ التلخیص الحبیر کے محولہ صفحہ پر یہ عبارت موجود نہیں ہے بلکہ نیل الاوطار (۱/۱۶۴ طبع بیروت) میں تو اس پر جرح بھی موجود ہے۔

خیانت: کانوں تک رفع الیدین ثابت کرنے کے لئے صحیح مسلم (۱/۱۶۸ ح ۳۹۱) سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھ کر دانستہ وہ حصہ حذف کر دیا جس سے قبل الرکوع وبعدہ رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے۔ [چالیس حدیثیں: ص۹ ح۹]

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

[البقرة:۸۵]

سابقہ اڈیشن: یہ کتاب اپنی افادیت کے پیشِ نظر اس سے قبل متعدد بار شائع ہو چکی ہے، جس کے ناشر جناب محمد افضل اثری صاحب آف کراچی ہیں۔ لیکن کتاب کے سابقہ اڈیشن میں اثری صاحب نے اپنے نامعلوم مقاصد کے لئے حواشی لکھ کر نہ صرف کتاب کی افادیت و جامعیت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ واضح مجرمانہ حرکت کے مرتکب بھی ٹھہرے ہیں کیونکہ جب استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اطلاع ملی کہ اثری صاحب کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو استاذ محترم نے دوٹوک الفاظ میں پیغام بھیجا کہ میری کتاب پر قطعاً حاشیہ نگاری نہ کی جائے اگر اثری صاحب کو لکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی

علیحدہ کتاب لکھ لیں۔لیکن اس کے باوجود انھوں نے حاشیہ لکھ کر کتاب کو شائع کر دیا۔
کتاب کی اشاعت کے بعد فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بنام ''ناشر'' ہدیۃ المسلمین'' کے حواشی پر تبصرہ'' لکھا تھا جو کہ حاضر خدمت ہے:

حاشیہ ص۱۲: **" صالح بن محمد الترمذي قال :سمعت أبا مقاتل السمرقندی " إلخ**

تبصرہ: اس کا راوی صالح بن محمد، مرجئ، **دجال من الدجاجلة** ہے، یہ شخص خمر (شراب) کو پینا جائز سمجھتا تھا۔[میزان الاعتدال:۲/۳۰۰]

اور دوسرا راوی حفص بن مسلم ابو مقاتل السمر قندی بھی سخت مجروح ہے، دیکھئے لسان المیزان (۲/۳۹۲، ۳۹۳)

راقم الحروف نے ''ہدایہ'' کا حوالہ حنفیوں و دیوبندیوں اور بریلویوں پر بطورِ الزام پیش کیا ہے، بطورِ حجت نہیں، ان کے نزدیک ہدایہ انتہائی مستند کتاب ہے۔

حاشیہ ص۵٦: ''تین رکعات وتر ایک سلام اور ایک تشہد'' الخ

تبصرہ: ناشر کے محولہ صفحات میں ایسی کوئی صحیح روایت نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو، سنن نسائی کی تبویب ان کے لیے چنداں مفید نہیں ہے کیونکہ " **يصلي ثلاثاً** "، کی تشریح ۲+۱ ہے جیسا کہ اسی روایت کی دوسری سند میں صراحت ہے، **والحديث يفسر بعضه بعضاً**

حاشیہ ص۶۲: ''زوائد تکبیرات''، الخ

تبصرہ: حدیث صحیح کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہ رفع الیدین بالکل صحیح ہے۔

حاشیہ ص٦٦، ۱۰۷، ۱۱۲: ''تحدید مدتِ سفر برائے قصر نماز''

تبصرہ: ناشر کی تحقیق مشکوک ہے ان کی پیش کردہ روایات کا ان کے دعوی سے کوئی تعلق نہیں ہے

حاشیہ ص۸۰: ''جواز ہے''

تبصرہ: یہ حاشیہ فضول ہے اسے کاٹ دیں۔

حاشیہ ص ۹۷ تا ۱۰۶: ''رفع الیدین درزوائد تکبیرات عیدین''

تبصرہ: ابن اخی الزہری صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لہٰذا ان کی حدیث صحیح لذاتہ ہے، الزبیدی نے بقیہ کی روایت میں ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ بقیہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور جب سماع کی تصریح کریں تو عند جمہور المحدثین ثقہ ہیں۔ اس حدیث کے عموم سے استدلال امام بیہقی وامام ابن منذر وغیرہما کے نزدیک صحیح ہے۔ ص ۹۷ پر حافظ ابن حجر کی بات التلخیص الحبیر میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اثری صاحب کا وہم ہے، راقم الحروف اثری صاحب کے حواشی سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

(۱۹۹۹/۱۰/۷ء)

لہٰذا سابقہ اڈیشن کو اب کالعدم تصور کیا جائے۔

جدید اڈیشن: اس اڈیشن میں کتاب کے ظاہری و باطنی حسن کو دوبالا کیا گیا ہے اور احادیث کو ترقیم کی صورت میں واضح کر دیا گیا ہے، آخر میں مختصر صحیح نمازِ نبوی ﷺ کے اضافے نے کتاب کی جامعیت وافادیت کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں، کتابِ مذکور ہر لحاظ سے ''نماز سے متعلقہ مسائل'' کو محیط ہے۔ والحمدللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے استاذ محترم کو عافیت وصحت سے نوازے اور ہر قسم کے مصائب ومشکلات سے محفوظ رکھے تاکہ تادیر قرآن وحدیث کی تبلیغ، ترویج اور اشاعت کا یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ (آمین)

والسلام

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل الحدیث تربیلہ روڈ حضرو (۲۰۰۴/۸/۵ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين :أما بعد :
''هدية المسلمين '' في جمع الأربعين من صلوة خاتم النبيين (ﷺ)

نیت کی فرضیت

حدیث نمبر ۱:

((عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه :سمعت ﷺ يقول :
''إنما الأعمال بالنيات ......إلخ))

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:
''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے......'' الخ

[متفق علیہ: صحیح البخاری:۱/۲ ح۱، واللفظ لہ وصحیح مسلم:۲/۱۴۰ ح۱۹۰۷]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وضو، غسل جنابت، نماز وغیرہ میں نیت کرنا فرض ہے، اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔

[دیکھئے ''الایضاح عن معانی الصحاح'' لابن ہبیرة ج۱ ص۵۶]

سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، ان کے نزدیک وضو اور غسل جنابت میں نیت واجب نہیں، سنت ہے۔ [الہدایۃ، مع الدرایۃ ج۱ ص۲۰ کتاب الطہارات]

یہ حنفی فتویٰ درج بالا حدیث اور دیگر دلائل شرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(۲) یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے نیت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں، قصد وارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں'' [الفتاویٰ الکبریٰ ج۱ص۱]

اوراسی پر عقل والوں کا اجماع ہے۔ [ایضاً]

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زبان سے نیت کرنا نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ تابعی سے اور نہ ائمہ اربعہ سے'' [زادالمعاد ج۱ص۲۰۱]

تنبیہ: امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ: ''**بسم الله موجهاً لبيت الله مؤدياً لفرض الله (عزوجل) الله كبر**''(المعجم لابن المقریٔ ص۱۲۱ح۳۳۶ وسندہ صحیح، قال: " **أخبرنا ابن خزيمة ثنا الربيع قال: كان الشافعي إذا أراد أن يدخل في الصلوٰة ...... "إلخ**) معلوم ہوا کہ یہ نیت ائمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ، مالک اور احمد) سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب ہی ضروری ہے۔

زبان سے نیت کی ادائیگی بے اصل ہے۔ یہ کس قدر افسوس ناک عجوبہ ہے کہ دل سے نیت کرنا واجب ہے، مگر اس کا درجہ کم کر کے اسے محض سنت قرار دیا گیا جبکہ زبان سے نیت پڑھنا بے اصل ہے مگر اسے ایسا ''مستحب'' بنا دیا گیا جس پر امر واجب کی طرح، پورے شدومد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔

(۳) کسی عمل کے عنداللہ مقبول ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ عامل کا عقیدہ کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔

۲۔ عمل اور طریقۂ کار بھی کتاب وسنت کے مطابق ہو۔

۳۔ اس عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لئے سرانجام دیا جائے۔

وضو کا طریقہ

حدیث:۲

((عن حمران مولٰی عثمان أنه رأی عثمان بن عفان دعا بإناء فأفرغ علٰی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ثم ادخل یمینه فی الإناء فمضمض واستنثر ثم غسل وجهه ثلٰثاً ویدیه إلی المرفقین ثلاث مرار ، ثم مسح برأسه ثم غسل رجلیه ثلاث مرار إلی الکعبین ...... إلخ))

حمران مولٰی عثمان نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (وضو کرتے ہوئے) دیکھا: آپ نے برتن منگوایا، پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین دفعہ پانی بہایا اور ان کو دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا (تین دفعہ) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، اور تین دفعہ (ہی) دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے پھر آپ نے سر کا مسح کیا، پھر تین دفعہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے......الخ

اور (پھر وضو کی) اس (کیفیت) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

[صحیح البخاری:۱/۲۷، ۲۸ ح ۱۵۹، وصحیح مسلم:۱/۱۱۹، ۱۲۰ ح ۲۲۶]

فوائد:

① وضو کا یہ طریقہ افضل ہے، تاہم اعضا کا ایک ایک یا دو دو دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔

[دیکھئے صحیح البخاری: ۱/۲۷ ح ۱۵۷، ۱۵۸]

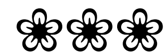
(۲) وضو میں پورے سر کا مسح مشروع ہے، جیسا کہ درج بالا حدیث اور حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ [صحیح البخاری: ۱/۳۲ ح ۱۹۲]

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف چوتھائی سر کا مسح فرض ہے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، عمامہ والی روایت عمامہ کے ساتھ ہی مختص ہے اس لئے منکرین مسحِ عمامہ کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے حدیث: ۳ حاشیہ: ۶

(۳) وضو کے دوران میں کوئی دعا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے، امام نسائی کی کتاب عمل الیوم واللیلۃ: ۸۰ کی ایک روایت (الکبریٰ للنسائی: ۶/۲۴ ح ۹۹۰۸) میں آیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے وضو کیا پس میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ((**اللهم اغفرلي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي**))

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابو مجلز نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ دیکھئے نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار لابن حجر (۱/۲۶۳ وقال: **في رواية أبي مجلز عن أبي موسیٰ رضي الله عنه " ففي سماعه من أبي موسیٰ نظر "**)

دوسرے یہ کہ اس کا تعلق وضو کے بعد سے ہے جیسا کہ مسند احمد (۴/۳۹۹ ح ۱۹۸۰۳) وغیرہ میں صراحت ہے۔



کانوں کا مسح

حدیث:۳

((عن عبدالله بن عباس – وذكر الحديث ، وفيه – ثم قبض قبضة من الماء ثم نفض يده ثم مسح بها رأسه وأذنيه ...... إلخ))

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے......: پھر آپ نے ایک چلو پانی لے کر اسے بہایا (پھر) سر اور کانوں کا مسح کیا......الخ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرفوعاً) بیان کیا ہے۔

[سنن ابی داود: ۱/۲۰ المجتبائیہ: ح ۱۳۷ حدیث]

اس کی سند حسن ہے، اسے امام حاکم نے بھی مستدرک (۱/۱۴۷) میں روایت کیا ہے علاوہ ازیں کتب احادیث میں اس کے متعدد شواہد ہیں۔

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرنا چاہیے۔
② صحیح و حسن احادیث میں سر اور کانوں کے مسح کا ذکر ہے لیکن گردن کے مسح کا ذکر نہیں۔
③ التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۹۳ ح ۹۸) میں ابوالحسین بن فارس کے جزء سے بلا سند عن فلیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر منقول ہے:

" أنّ النبي ﷺ قال :من توضأ ومسح بيديه علٰى عنقه ، وقي

الغل يوم القيامة "

جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا روز قیامت گردن میں طوق پہنائے جانے سے بچ جائے گا۔

اس روایت کو اگرچہ ابن فارس نے: "**هذا ان شاء الله حديث صحيح** "کہا ہے، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: " **بين ابن فارس و فليح مفازة ، فينظر فيها** " ابن فارس اور فلیح کے درمیان وہ بیابان ہے جس میں پانی نہیں ہے، پس اس کی ابن فارس سے فلیح تک سند دیکھنی چاہیئے (یہ روایت بلا سند ہے چونکہ دین کا دارومدار اسانید پر ہے لہٰذا یہ بے سند روایت سخت مردود ہے)

④ "چالیس حدیثیں" کے مصنف محمد الیاس صاحب نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ "حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر میں اس روایت کو صحیح لکھا ہے"۔

⑤ محمد الیاس تقلیدی صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے:

"علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی (یعنی اسے صحیح) لکھا ہے"

[چالیس حدیثیں ص:۶]

حالانکہ نیل الاوطار میں اس پر جرح موجود ہے۔ [ج ۱ ص ۱۶۴ طبع بیروت لبنان]

⑥ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح کیا ہے (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۳ ح ۲۰۵) اس کے برعکس ہدایہ (ج ۱ ص ۴۴) میں لکھا ہوا ہے کہ عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے (**إنا لله و إنا إليه راجعون**) ہدایہ کا یہ فتویٰ صحیح بخاری کی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مردود ہے۔

❀❀❀

وضو میں جرابوں پر مسح

حدیث:۴

((عن ثوبان قال :بعث رسول الله ﷺ سريةً ...... أمرهم أن يمسحوا على العصائب والتساخين))

ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی ...... انھیں حکم دیا کہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم کرنے والی اشیاء (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔ [سنن ابی داود: ج۱ص۲۱ح۱۴۶]

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ دونوں نے صحیح کہا ہے (المستدرک والتلخیص ج۱ص۱۶۹ح۶۰۲) اس پر امام احمد رحمہ اللہ کی جرح کے جواب کے لئے نصب الرایہ (ج۱ص۱۶۵) وغیرہ دیکھیں۔

امام ابوداود فرماتے ہیں: جرابوں پر درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسح کیا ہے۔

''علی بن ابی طالب، ابومسعود، (ابن مسعود)، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ اور سہل بن سعد وغیرہم رضی اللہ عنہم'' [سنن ابی داود ج۱ص۲۴قبل ح۱۶۰]

امام ابوداوٗد السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ومسح على الجوربين علي بن أبي طالب و أبو مسعود و البراء بن عازب و أنس بن مالك وأبو أمامة و سهل بن سعد وعمرو بن حريث، وروي ذلك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس"

اور علی بن ابی طالب، ابومسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

[سنن ابی داؤد: ۱/۲۴ ح ۱۵۹]

صحابۂ کرام کے یہ آثار مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۸، ۱۸۹) مصنف عبدالرزاق (۱/۱۹۹، ۲۰۰) محلیٰ ابن حزم (۲/۸۴) الکنیٰ للدولابی (۱/۱۸۱) وغیرہ میں باسند موجود ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر الاوسط لابن المنذر (ج ۱ ص ۴۶۲) میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"ولأ ن الصحابة رضي اللّٰه عنهم مسحوا على الجوارب ولم يظهر لهم مخالف في عصر هم فكان اجماعاً"

اور چونکہ صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا۔

لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔ [المغنی: ۱/۱۸۱ مسئلہ ۴۲۶]

صحابہ کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے (المستدرک: ج ۱ ص ۱۶۹ ح ۶۰۲) خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی اور نافع وغیرہم سے مروی ہے۔ جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں، ان کے پاس قرآن، حدیث اور اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے۔

امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا محمد بن عبدالوهاب :ثنا جعفر بن عون :ثنا يزيد بن مردانبة :ثنا الوليد بن سريع عن عمرو بن حريث قال :رأيت علياً بال ثم توضأ ومسح على الجوربين "

مفهوم:

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔

[الاوسط ج ۱ ص ۴۶۲ وسندہ صحیح]

② ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔[دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۹ وسندہ حسن]

③ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔

[دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۴ وسندہ صحیح]

④ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔[دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۷ وسندہ صحیح]

⑤ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔[دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۰ وسندہ حسن]

ابن منذر نے کہا کہ امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:

''صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' [الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۴، ۴۶۵]

تقریباً یہی بات ابن حزم نے کہی ہے۔ [المحلی ۲/۸۶، مسئلہ نمبر ۲۱۲]

ابن قدامہ نے کہا: اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ [المغنی ج ۱ ص ۱۸۱، مسئلہ ۴۲۶]

معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ کا اجماع ہے رضی اللہ عنہم اجمعین، اور اجماع شرعی حجت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا''

[المستدرک للحاکم: ۱/۱۱۶ ح ۳۹۷، ۳۹۸]

نیز دیکھئے ''ابراء اهل الحديث والقرآن مما فى الشواهد من التهمة والبهتان'' ص ۳۲، تصنیف حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) تلمیذ سید نذیر حسین محدث الدہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ

مزید معلومات:

① ابراہیم النخعی رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۷ وسندہ صحیح]

② سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [ایضاً ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۹ وسندہ صحیح]

③ عطاء بن ابی رباح جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [المحلی ۲/۸۶]

معلوم ہوا کہ تابعین کا بھی جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔ والحمدللہ

① قاضی ابو یوسف جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [الہدایہ ج ۱ ص ۶۱]

② محمد بن الحسن الشیبانی بھی جرابوں پر مسح کا قائل تھا۔ [ایضاً ۱/۶۱ باب المسح علی الخفین]

③ امام ابوحنیفہ پہلے جرابوں پر مسح کے قائل نہیں تھے لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کر لیا تھا۔ "**وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوىٰ**" اور امام صاحب سے مروی ہے کہ: انھوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

[الہدایہ: ۱/۶۱]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سفیان الثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ (بشرطیکہ وہ موٹی ہوں) [دیکھئے سنن الترمذی حدیث: ۹۹]

خلاصۃ التحقیق:

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرام کے نام صراحۃً سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے۔"

[فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۳۳۲]

لہٰذا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جرابوں پر مسح کے خلاف فتویٰ اجماعِ صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جورَب: سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔

[درس ترمذی ج ۱ ص ۳۳۴ تصنیف محمد تقی عثمانی دیوبندی، نیز دیکھئے البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی ج ۱ ص ۵۹۷]

امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

" ولأن الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجوارب ولم يظهر لهم مخالف في عصرهم فكان اجماعا "

کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے اوران کے زمانے میں ان کے اس عمل کی مخالفت بھی نہیں ہوئی، پس یہ (صحابہ کا) اجماع ہے (کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے)

[المغنی ۱/۱۸۱ مسئلہ نمبر ۴۲۶ نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۴، ۴۶۵، المحلی ج ۲ ص ۸۷ وغیرہما]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خفین (موزوں) جوربین مجلدین اور جوربین منعلین پر مسح کے قائل تھے مگر جوربین (جرابوں) پر مسح کے قائل نہیں تھے۔ [دیکھئے الہدایہ: ۱/۶۱] مگر بعد میں آپ نے رجوع کرلیا تھا اور مُفتیٰ بِہٖ قول بھی یہی ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہے۔ [الہدایہ: ایضاً]

معلوم ہوا کہ جوربین: خفین کے علاوہ کو کہتے ہیں۔ صحیح احادیث، اجماع صحابہ، قول ابی حنیفہ اور مفتی بہ قول کے مقابلہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

❀❀❀

اول وقت نماز کی فضیلت

حدیث:۵

((عن عبدالله بن مسعود قال :سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟ قال :الصلٰوة في أول وقتها))

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اول وقت نماز پڑھنا''

[صحیح ابن خزیمہ: ۱/۱۶۹ح ۳۲۷ وصحیح ابن حبان: موارد الظمآن: ۱/۴۲۸ح ۲۸۰]

اسے امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ [المستدرک وتلخیصہ ج ۱ص ۱۸۸، ۱۸۹ح ۶۷۵]

فوائد:

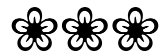
① اس صحیح حدیث سے اول وقت نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صحابیٔ رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین اور فضیلت والے عمل کے متعلق دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت نماز پڑھنے کو افضل عمل قرار دیا۔

② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام ایسے اعمال کی جستجو میں رہتے تھے جو بہترین اور افضل ہوں تا کہ وہ ایسے اعمال سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام حاصل کر سکیں۔

③ تاخیر سے نماز پڑھنا سنتِ رسول ﷺ اور عمل صحابہ کرام کے خلاف ہے اور یہ منافقین کا طرزِ عمل ہے کہ وہ نمازیں دیر سے پڑھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((**تلك صلٰوة المنافق**)) یہ (تاخیر سے نماز پڑھنا) منافق کی نماز ہے۔
[صحیح مسلم: ۱/۲۲۵ ح ۶۲۲]

④ سنن ابن ماجہ میں امراء کے بارے میں حدیث ہے:
" **یطفئون من السنة و یعملون بالبدعة ویؤخرون الصلٰوة عن مواقیتها** "
وہ سنت مٹائیں گے، بدعت پر عمل کریں گے اور نماز اس کے وقت سے لیٹ پڑھیں گے۔ [ح ۲۸۶۵ و اسنادہ حسن]

آپ ﷺ نے فرمایا:
جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے (اس میں) اس کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔



نمازظہر کا وقت

حدیث:٦

((عن أنس بن مالك قال :كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بالظهائر سجدنا على ثيابنا اتقاء الحر))

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔ [صحیح البخاری:١/٧٧ح ٥٤٢، واللفظ لہ وصحیح مسلم:١/٢٢٥ح ٦٢٠]

فوائد:

① اس روایت اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے، اور ظہر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہئے۔

② اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے۔

[الافصاح لابن ہبیرۃ: ج١ص٧٦]

③ جن روایات میں آیا ہے کہ جب گرمی زیادہ ہوتو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو ان تمام احادیث کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح البخاری (ج١ص٧٧ ح٥٣٩) کی حدیث سے ثابت ہے، حضر (گھر، جائے سکونت) کے ساتھ نہیں۔ جوحضرات سفر والی روایات کو حدیث بالا وغیرہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، ان کا

موقف درست نہیں ۔انھیں چاہئے کہ یہ ثابت کریں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھی ہے۔!؟

④ ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں:

''جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھو۔'' [موطا امام مالک: ۱/۸ ح ۹]

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال سے لیکر ایک مثل تک پڑھ سکتے ہیں، یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے۔ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی حنفی نے (التعلیق الممجد ص ۴۱ حاشیہ ۹) میں اس موقوف اثر کا یہی مفہوم لکھا ہے، یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ اس ''اثر'' کے آخری حصہ ''فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر'' کی دیوبندی اور بریلوی دونوں فریق مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ حصہ ان کے مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

⑤ سُوید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے، مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ ہم ابوبکر و عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے پیچھے اول وقت پر نماز ظہر ادا کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۲۳ ح ۳۲۷۱]



نمازعصر کا وقت

حدیث:۷

((وعن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :أمني جبريل عند البيت مرتين ...... ثم صلى العصر حين كان كل شيء مثل ظله ......)) إلخ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے قریب مجھے دو دفعہ نماز پڑھائی...... پھر انھوں نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا......الخ

[جامع ترمذی: ۱/۳۸، ۳۹ ح ۱۴۹ وقال: حدیث ابن عباس حدیث حسن]

اس روایت کی سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (ح ۳۵۲)، ابن حبان (ح ۲۷۹)، ابن الجارود (ح ۱۴۹) الحاکم (ج ۱ ص ۱۹۳) ابن عبدالبر، ابوبکر بن العربی، النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود ح ۳۹۳) امام بغوی اور نیموی حنفی نے حسن کہا ہے۔ [آثار السنن ص ۸۹ ح ۱۹۴]

فوائد:

① اس روایت اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر شروع ہو جاتا ہے، ان احادیث کے مقابلے میں کسی ایک صحیح یا حسن روایت سے یہ

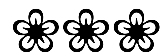
ثابت نہیں ہوتا کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔

② عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔

[فقہ عمر ص ۴۲۶ اردو]

③ سنن ابی داود میں ایک روایت ہے کہ '' آپ عصر کی نماز دیر سے پڑھتے تا آنکہ سورج صاف اور سفید ہوتا۔'' [ج ا ص ۶۵ ح ۴۰۸]

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، محمد بن یزید الیمامی اور اس کا استاد یزید بن عبدالرحمٰن دونوں مجہول ہیں، دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۰۴، ۷۷۴۷) لہٰذا ایسی ضعیف روایت کو ایک مثل والی صحیح احادیث کے خلاف پیش کرنا انتہائی غلط و قابلِ مذمت ہے۔



نماز فجر کا وقت

حدیث:۸

((عن زید بن ثابت :أنهم تسحروا مع النبي ﷺ ثم قاموا إلى الصلوٰة ،قلت :کم بینهما؟ قال :قدر خمسین أو ستین ، یعني آیة))

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ پھر آپ اور آپ کے ساتھی (فجر کی نماز) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، میں (قتادہ تابعی) نے ان (انس رضی اللہ عنہ) سے کہا: سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو انھوں نے کہا: پچاس یا ساٹھ آیات (کی تلاوت) کے برابر۔ [صحیح البخاری:۱/۸۱ح ۵۷۵،واللفظ لہ،صحیح مسلم:۱/۳۵۰]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز جلدی اور اندھیرے میں پڑھنی چاہئے۔صحیح البخاری (۱/۸۲ ح ۵۷۸) وصحیح مسلم (۱/۲۳۰ح ۶۴۵) کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں، جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔اور اندھیرے میں کوئی شخص بھی ہمیں اور نساء المومنین (مومنین کی عورتوں) کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

② ابوبکر رضی اللہ عنہ (فقہ ابی بکر ص ۱۸۹) اور عمر رضی اللہ عنہ (فقہ عمر ص ۴۲۴، ۴۲۵) فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کے قائل تھے۔

③ ترمذی کی جس روایت میں آیا ہے: **أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر**
فجر کی نماز اسفار (جب روشنی ہونے لگے) میں پڑھو کیونکہ اس میں بڑا اجر ہے۔

اس حدیث کی رو سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے ہیں۔

"ثم كانت صلٰوته بعد ذلك التغليس حتٰى مات ولم يعد إلٰى أن يسفر"

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز (فجر) وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے (اس دن کے بعد) کبھی روشنی میں نماز نہیں پڑھی۔

[سنن ابی داود: ۶۳/۱ ح ۳۹۴، والناسخ والمنسوخ للحازمی ص ۷۷]

اسے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۱۸۱ ح ۳۵۲)، ابن حبان (الاحسان: ج ۳ ص ۵ ح ۱۴۴۶)، الحاکم (۱۹۲/۱، ۱۹۳) اور خطابی نے صحیح قرار دیا ہے، اسامہ بن زید اللیثی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۴۳/۶) وغیرہ، یعنی اسامہ مذکور حسن الحدیث راوی ہے۔

④ ہمارے ہاں دیوبندی حضرات صبح کی نماز رمضان میں سخت اندھیرے میں پڑھتے ہیں، اور باقی مہینوں میں خوب روشنی کر کے پڑھتے ہیں، پتہ نہیں فقہ کا وہ کونسا کلیہ یا جزئیہ ہے جس سے وہ اس تفریق پر عامل ہیں، چونکہ سحری کے بعد سونا ہوتا ہے اس لئے وہ فریضۂ نماز جلدی ادا کرتے ہیں یہ عمل وہ اتباع سنت کے جذبہ سے نہیں کرتے کیونکہ بدعتی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

❀❀❀

اذان واقامت کامسنون طریقہ

حدیث:۹

((عن أنس قال :أمر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الإقامة إلا الإقامة))

انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان دہری اور اقامت اکہری کہیں، مگر اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) کے الفاظ دوبار کہیں۔

[صحیح البخاری: ۱/۸۵ ح ۶۰۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۱/۱۶۴ ح ۳۷۸]

اسی حدیث کی ایک دوسری سند میں آیا ہے:

((أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً))

بے شک رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا تھا۔

[سنن النسائی مع حاشیہ السندھی: ج ۱ ص ۱۰۳ ح ۶۲۸]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر الله أكبر ، الله أكبر الله أكبر – أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله – أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن محمداً رسول الله – حي على الصلٰوة ، حي على الصلٰوة –

حي على الفلاح ، حي على الفلاح – الله أكبر الله أكبر – لا إلٰه إلا الله .

اورا قامت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر ، الله أكبر – أشهد أن لا إلٰه إلا الله– أشهد أن محمداً رسول الله – حي على الصلٰوة – حي على الفلاح – قد قامت الصلٰوة ، قد قامت الصلٰوة– الله أكبر ، الله أكبر – لا إلٰه إلا الله .

② مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے: '' **إن بلالاً كان يثنى الأذان ويثنى الإقامة** '' بے شک بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت دہری کہا کرتے تھے۔

لیکن یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے۔

(ا) اس کا راوی ابراہیم النخعی مدلس ہے۔

[کتاب المدلسین للعراقی ص ۲۴، ۳۵ و اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۳]

اس کی یہ روایت عن کے ساتھ ہے ۔ مدلس کی عن والی روایت محدثین کے علاوہ دیوبندی اور بریلویوں کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔

[دیکھئے خزائن السنن: ۱/۱، فتاویٰ رضویہ: ۲۴۵/۵، ۲۶۶]

(ب) اس کا دوسرا راوی حماد بن ابی سلیمان ہے۔[دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۴۶۲/۱ ح ۱۷۹۰]

حماد مذکور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلط بھی ہے۔ [طبقات المدلسین بتحقیقی: ۴۵/۲]

حافظ ہیثمی نے کہا:

'' ولا يقبل من حديث حماد إلا ما رواه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري والدستوائي ، ومن عدا هؤلاء رووا عنه بعد الإختلاط ''

یعنی حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس کے قدیم شاگردوں: شعبہ،

سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے، ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سنا ہے۔ [مجمع الزوائد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰]

لہٰذا معمر کی حماد مذکور سے روایت ضعیف ہے، عدمِ تصریحِ سماع کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

③ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں دہری اقامت کا ذکر آیا ہے اس میں اذان بھی دہری ہے یعنی چار دفعہ "**أشهد أن لا إله إلا الله**" اور چار دفعہ "**أشهد أن محمداً رسول الله**" ہے۔ [سنن ابی داود: ۵۰۲]

اس طریقے سے عمل کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ دہری اذان کا ارتکاب کرتے ہوئے، اقامت اس حدیث سے لینا اور اذان حدیث بلال سے لینا سخت ناانصافی ہے۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ورنہ ناممکن ہے۔ آپ دیکھ لیں جو حضرات دہری اقامت کہتے ہیں وہ دہری اذان کبھی نہیں کہتے، پتہ نہیں اتباعِ سنت سے انھیں کیا بیر ہے؟ اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔



لباس کا طریقہ

حدیث:۱۰

((عن أبي هريرة قال :قال رسول الله ﷺ :لا يصلي أحدكم فی الثوب الواحد ليس علىٰ عاتقيه شيء))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے، کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو

[صحیح البخاری:۵۲/۱ ح ۳۵۹ ، صحیح مسلم:۱۹۸/۱ ح ۵۱۶]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کندھے ڈھانپنا فرض ہے۔

② بعض لوگ نماز میں مردوں پر سر ڈھانپنا بھی لازمی قرار دیتے ہیں لیکن اس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

③ شمائل الترمذی وفی نسخۃ : ۴۸ رقم الحدیث :۳۲ (ص ۷۱ وفی نسختنا ص ۴) کی روایت میں: ''يكثر القناع '' ''یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے'' آیا ہے۔ یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے، یزید پر جرح کے لیے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۷۰ ترجمۃ : ۴۹۸) وغیرہ دیکھیں، تقریب التہذیب (۷۶۸۳) میں لکھا ہوا ہے'' زاهد ضعيف ''معلوم ہوا کہ

:یزید بن ابان زاہد ضعیف ہے۔

④ دیوبندی اور بریلویوں کی معتبر و مستند کتاب ''درمختار'' میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص عاجزی کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔[الدر المختار مع رد المختار: ۱/۴۷۴]

اب دیوبندی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

''سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص ننگے سر اس نیت سے نماز پڑھے کہ عاجزانہ درگاہ خدا میں حاضر ہو تو کچھ حرج نہیں۔''

جواب: یہ تو کتب فقہ میں بھی لکھا ہے کہ بہ نیت مذکورہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔ [فتاویٰ ''دارالعلوم'' دیوبند: ۴/۹۴]

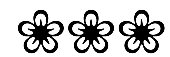
احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

''اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں'' [احکام شریعت حصہ اول ص ۱۳۰]

⑤ بعض مساجد میں نماز کے دوران میں سر ڈھانپنے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے انھوں نے تنکوں سے بنی ہوئی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، ایسی ٹوپیاں نہیں پہننی چاہئیں، کیونکہ وہ عزت اور وقار کے منافی ہیں کیا کوئی ذی شعور انسان ایسی ٹوپی پہن کر کسی پر وقار مجلس وغیرہ میں جاتا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے وقت تو لباس کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے۔

اس کے علاوہ سر ڈھانپنا اگر سنت ہے اور اس کے بغیر نماز میں نقص رہتا ہے تو پھر داڑھی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ ضروری بلکہ فرض ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے داڑھی کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیق میں، ضرورت کے وقت ننگے سر مرد کی نماز جائز ہے لیکن بہتر و افضل یہی ہے کہ سر پر ٹوپی، عمامہ یا رومال ہو۔



سینے پر ہاتھ باندھنا

حدیث:۱۱

((عن سهل بن سعد قال :كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل يده اليمنى على ذراعه اليسرىٰ فى الصلوٰة))

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھے۔

[صحیح البخاری:۱/۱۰۲ ح ۷۴۰]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں، آپ اگر اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ''ذراع'' (بازو) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آجائیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رُسغ (کلائی) اور ساعد (کلائی سے لیکر کہنی تک) پر رکھا (سنن نسائی مع حاشیہ السندھی: ج ۱ ص ۱۴۱ ح ۸۹۰، ابوداود: ج ۱ ص ۱۱۲ ح ۷۲۷) اسے ابن خزیمہ (۱/۲۴۳ ح ۴۸) اور ابن حبان (الاحسان: ۲/۲۰۲ ح ۴۸۵) نے صحیح کہا ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے:

"یضع ھٰذہ علٰی صدرہ ...... إلخ "

آپ ﷺ یہ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے......الخ

[مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳، واللفظ لہ، التحقیق لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۳ ح ۴۷۷ وفی نسخۃ ج ۱ ص ۳۳۸ وسندہ حسن]

④ سنن ابی داود (ح ۷۵۶) وغیرہ میں ناف پر ہاتھ باندھنے والی جو روایت آئی ہے وہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کی وجہ سے ضعیف ہے، اس شخص پر جرح، سنن ابی داود کے محولہ باب میں ہی موجود ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: "عبدالرحمٰن بن اسحاق بالاتفاق ضعیف ہے۔" [نصب الرایہ للزیلعی الحنفی: ۳۱۴/۱]

نیموی حنفی فرماتے ہیں:

" وفیہ عبدالرحمٰن بن إسحاق الواسطي وھو ضعیف "

اور اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

[حاشیہ آثار السنن: ح ۳۳۰]

مزید جرح کیلئے عینی حنفی کی البنایۃ فی شرح الھدایۃ (۲۰۸/۲) وغیرہ کتابیں دیکھیں، ہدایہ اولین کے حاشیہ ۱۷، (۱۰۲/۱) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

③ یہ مسئلہ کہ مرد ناف کے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں کسی صحیح حدیث یا ضعیف حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے، یہ مرد اور عورت کی نماز میں جو فرق کیا جاتا ہے کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر، اس کے علاوہ مرد سجدے کے دوران میں بازو زمین سے اٹھائے رکھیں اور عورتیں بالکل زمین کے ساتھ لگ کر بازو پھیلا کر سجدہ کریں یہ سب اہل الرائے کی موشگافیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے نماز کی ہیئت، تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک مرد و عورت کے لئے ایک ہی ہے، صرف لباس اور پردے میں فرق ہے کہ عورت ننگے سر نماز نہیں پڑھ سکتی اور اس کے ٹخنے بھی ننگے نہیں ہونے چاہئیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک جو

فرق و دلیل نص صریح سے ثابت ہو جائے تو برحق ہے، اور بے دلیل وضعیف باتیں مردود کے حکم میں ہیں۔

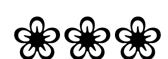
④ انس رضی اللہ عنہ سے تحت السرة (ناف کے نیچے) والی روایت سعید بن زربی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

[دیکھئے مختصر الخلافیات للبیہقی: ۳۴۲/۱، تالیف ابن فرح الاشبیلی والخلافیات مخطوط ص ۳۷ ب وکتب اسماء الرجال]

⑤ بعض لوگ مصنف ابن ابی شیبہ سے ''تحت السرة'' والی روایت پیش کرتے ہیں حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں ''تحت السرة'' کے الفاظ نہیں ہیں جبکہ قاسم بن قطلو بغا (کذاب بقول البقاعی / الضوء اللامع ۱۸۶/۶) نے ان الفاظ کا اضافہ گھڑ لیا تھا۔

⑥ حنفیوں کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

[الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۲۵۱/۱]!!



دعائے استفتاح

حدیث:۱۲

((عن أبي هريرة قال :قال رسول الله ﷺ أقول :اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب ، اللهم نقني من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس ، اللهم اغسل خطاياي بالماء والثلج والبرد))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (نماز میں سکتۂ اُولیٰ میں) کہتا ہوں:

" اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ،اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ "

[صحیح البخاری:۱/۱۰۳ح۷۴۴ واللفظ لہ،صحیح مسلم:۱/۲۱۹ح۵۹۸]

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سکتۂ اُولیٰ میں اللهم باعد بيني والی دعا پڑھنی چاہئے۔

② عمر رضی اللہ عنہ سے سبحانك اللهم وبحمدك والی موقوف، غیر مرفوع روایت مروی ہے۔

[صحیح مسلم: ج۱ص۲۷۱ح۳۹۹]

یہ دعا نبی ﷺ سے بھی قیام اللیل میں ثابت ہے۔[سنن ابی داود: ج۱ص۱۲۰ح۷۷۵]

لہٰذا یہ ثنا بھی جائز ہے۔

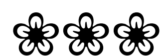
③ ان کے علاوہ بعض دیگر دعائیں بھی ثابت ہیں۔

④ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ تحقیق ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی (اس دعا کے بجائے) سورہ فاتحہ پڑھے اور اسے امام سے پہلے ختم کرلے۔

[دیکھئے آثار السنن مترجم: ص۲۲۳ح۳۵۸وقال: اسنادہ حسن]

اور یہی تحقیق بعض تابعین کی بھی ہے۔

⑤ آثار السنن وغیرہ کتبِ آلِ تقلید کے حوالے اہل التقلید پر بطور الزام و اتمام حجت کے پیش کئے جاتے ہیں۔



بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا

حدیث:۱۳

((عن عبدالرحمٰن بن أبزیٰ قال :صلیت خلف عمر فجهر ب '' بسم الله الرحمٰن الرحيم ''))

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے **بسم الله بالجهر** (اونچی آواز کے ساتھ) پڑھی۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۱۲ح ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی واللفظ لہ: ۱/۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۴۸]

اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور سند متصل ہے، لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔

فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کا جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

② عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ [جزء الخطیب وصحہ الذہبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ للخطیب: ص۱۸۰ح ۴۱]
اور اسے ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

③ بسم اللہ سراً (آہستہ) پڑھنا بھی صحیح اور جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہے۔ [۱/۱۷۲ح ۳۹۹]

④ عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

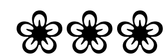
ا: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ صحابی صغیر ہیں۔ [تقریب التہذیب:۳۷۹۴]

ب: سعید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب:۲۳۴۶]

ج: ذر بن عبداللہ ثقہ عابد رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب:۱۸۴۰]

د: عمر بن ذر ثقہ رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب:۴۸۹۳]

ھ: عمر بن ذر سے یہ روایت خالد بن مخلد، ابواحمد اور ابن قتیبہ نے بیان کی ہے ان راویوں کی توثیق کے لئے تہذیب وغیرہ کا مطالعہ کریں۔



نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا

حدیث:۱۴

((عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قال :لا صلٰوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب))

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

[صحیح البخاری:۱/۱۰۴ح ۷۵۶،صحیح مسلم:۱/۱۶۹ح ۳۹۴]

اس حدیث کے راوی عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے (جہری وسری سب نمازوں میں) قائل وفاعل تھے۔[کتاب القراءت للبیہقی:ص ۶۹ ح ۱۳۳،واسنادہ صحیح، نیز دیکھئے ''احسن الکلام'' تصنیف سرفراز خان صفدر الدیوبندی: ج ۲ص ۱۴۲ طبع دوم]

راوی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے فہم کے مقابلے میں امام احمد وغیرہ کی تاویل مردود ہے۔ خود امام احمد رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کے قائل وفائل تھے۔[دیکھئے سنن الترمذی ح ۳۱۱]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔[دیکھئے تبویب صحیح البخاری، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری للخطابی ۱/۵۰۰]

② یہ حدیث متواتر ہے۔ [جزء القراءۃ للبخاری: ح ۵]

③ سورت المزمل کی آیت: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مقتدی پر قراءت واجب (یعنی فرض) ہے۔

[دیکھئے نور الانوار: ص ۹۳، ۹۴، احسن الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۸۲ حاشیہ ۷، غایۃ التحقیق شرح الحسامی: ص ۳۷، النامی شرح الحسامی ص ۱۵۵، ۱۵۶ ج ۱، معلم الاصول ص ۲۵۰ وغیرہ)

حدیث بالا نے اس قراءت کا تعین سورہ فاتحہ سے کر دیا ہے۔

④ آیت ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾ کا تعلق سورہ فاتحہ کے ساتھ نہیں ہے، تحقیق کے لئے دیکھئے جزء القرأۃ للبخاری (تحت ح ۳۶) اور امام عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''تحقیق الکلام'' وغیرہ بلکہ اس آیت کریمہ کا تعلق کفار کی تردید سے ہے۔

[دیکھئے تفسیر قرطبی: ۱/۱۲۱، تفسیر البحر المحیط: ۴/۴۴۸، الکلام الحسن: ۲/۲۱۲]

⑤ حدیث ''إذا قرأ فأ نصتوا'' (جزء القراءت: ح ۲۶۳) ماعد الفاتحۃ پر محمول ہے کیونکہ اس کے راوی، صحابی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم دیا ہے۔ [دیکھئے حدیث نمبر ۱۲ فائدہ: ۵]

جو لوگ اسے ماعد الفاتحہ پر محمول نہیں سمجھتے ان کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی کا یہ فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے (جہری نمازوں میں بھی) سورہ فاتحہ پڑھو، حنفیوں کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے۔

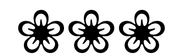
[دیکھئے جزء القراءت للبخاری بتحقیقی: ۲۶۳]

⑥ جمہور صحابۂ کرام سے سورہ فاتحہ خلف الامام ثابت ہے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب **''الکواکب الدریة في وجوب الفاتحة خلف الإمام فی الصلوٰة الجهرية''**

⑦ انصات کا مطلب مکمل خاموشی نہیں ہوتا بلکہ سکوت مع الاستماع ہے۔ سراً پڑھنا انصات کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں تفصیلاً لکھا ہے۔ (ج

۳ ص ۳۵، بعد ح ۱۵۷۸) اور نسائی (ج ا ص ۲۰۸ ح ۱۴۰۴) کی حدیث: ''پھر خاموش رہے (اور جمعہ کا خطبہ سنے) حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے'' بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

⑧ سورہ فاتحہ کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز قرار دیا ہے، حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر لیا ہے، جب بندہ کہتا ہے ﴿ **الحمد لله رب العالمين** ﴾ تو میں کہتا ہوں: **حمدني عبدي** میرے بندے نے میری تعریف بیان کی'' اسی طرح ہر آیت کے بعد اس کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے، یعنی سورہ فاتحہ کے ذریعے بندہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔



فاتحہ خلف الامام

حدیث: ۱۵

((عن عبادة بن الصامت عن رسول الله ﷺ قال :" هل تقرؤن معي ؟" قالوا :نعم قال :"لا تفعلوا إلابأم القرآن فإنه لا صلٰوة لمن لم يقرء بها))

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے کہا: کیا تم میرے ساتھ (یعنی امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟ تو انھوں (صحابہ) نے کہا: جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص اس (فاتحہ) کو نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص۶۴، ح۱۲۱، طبع بیروت لبنان وقال البیہقی: ھذا اسناد صحیح رواتہ ثقات]

اس حدیث کو امام بیہقی کے علاوہ ضیاء مقدسی نے صحیح اور دارقطنی نے حسن کہا ہے۔

فوائد:

① اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری وسری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ، فاتحہ خلف الامام سراً پڑھنا ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جہری وسری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ [المستدرک علی الصحیحین: ج۱ص۲۳۹ح۸۷۳]

اسے حاکم، ذہبی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

② دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک امام ومنفرد دونوں پر سورہ فاتحہ فرض نہیں ہے

بلکہ صرف (پہلی) دو رکعتوں میں واجب ہے، آخری دو رکعتوں میں اگر جان بوجھ کر فاتحہ نہ پڑھے تو نماز بالکل صحیح ہے (دیکھئے قدوری ص ۲۲، ۲۳، ھدایہ اولین، ج ا ص ۱۴۸، فتح القدیر لابن ھمام ج ا ص ۳۹۵، بہشتی زیور ص ۱۶۳ حصۂ دوم ص ۱۹، باب ہفتم مسئلہ ۱۷، بہار شریعت حصۂ سوم ص ۴۱) اگر امام یا منفرد کی سورہ فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں بھی سہواً رہ جائے تو دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک سجدۂ سہو سے کام چل جائے گا، رکعت دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

③ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر: ''لا قراءة مع الإمام في شيء (مسلم: ۱/۲۱۵ ح ۵۷۷) قراءۃ المقتدی بالجھر پر محمول ہے، فاتحہ اس کے عموم سے مخصوص ہے، مع الامام کا مطلب جہراً مع الامام ہے یہی جواب ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار کا ہے (من صلى وراء الإمام كفاه قراءة الإمام / اثر) یعنی: مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اس کے علاوہ باقی قراءت میں امام کی قراءت کافی ہے۔

④ جابر رضی اللہ عنہ کا اثر مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ظفر احمد تھانوی صاحب دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

'' ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع ''

مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

[اعلاء السنن: ۱/۴۳۸ ح ۴۳۲، دیکھئے ص ۳۷]

خود دیوبندیوں کے نزدیک دو رکعتیں فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نمبر: ۲ میں گزر چکا ہے جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک رکعت بھی فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، لہذا اس اثر سے دیوبندیوں و بریلویوں کا استدلال، خود اُن کے مسلک کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

⑤ فاتحہ خلف الامام کی دوسری مرفوع احادیث کے لئے تحقیق الکلام، الکواکب الدریہ وغیرہما کا مطالعہ کریں، نیز حدیث نمبر ۱۴ دیکھیں۔

آمین بالجہر

حدیث:١٦

((عن وائل بن حجر أنه صلّٰی خلف رسول الله ﷺ فجهر بآمین))

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔

[سنن ابی داود: ١٤٢/١ ح ٩٣٣، مع العون: ٣٥٢/١]

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: **وسنده صحيح**

[التلخیص الحبیر ج١ ص٢٣٦ ح٣٥٣]

فوائد:

① اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہری نماز میں امام و مقتدی دونوں آمین بالجہر کہیں گے۔

② آمین بالجہر کی حدیث متواتر ہے۔

[دیکھئے کتاب الاول من کتاب التمییز للامام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ، صاحب الصحیح ص٤٠]

③ جس روایت میں (سراً) آمین کا ذکر آیا ہے امام شعبہ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ اگر امام شعبہ کے وہم والی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سری

نماز میں خفیہ آمین کہنی چاہئے۔

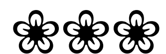
⑤ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اونچی آواز کے ساتھ آمین ثابت ہے۔

[صحیح البخاری: ۱/۱۰۷ قبل ح ۷۸۰]

کسی صحابی سے باسند صحیح، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر انکار کرنا ثابت نہیں ہے لہٰذا آمین بالجہر کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔

تنبیہ: دیوبندی تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اونچی آواز سے لاؤڈ سپیکر پر دعا کرنے والے لوگ یہ کہتے ہیں آمین دعا ہے اور دعا آہستہ کہنی چاہئے، اسے کہتے ہیں ''دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت''

⑥ صحیح مسلم والی حدیث ''جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو'' آمین بالجہر کی دلیل ہے، دیکھئے تبویب صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۸۶ ح ۵۶۹) وغیرہ کسی محدث نے اس سے آمین بالسر کا مسئلہ کشید نہیں کیا، ظاہر ہے کہ محدثین کرام اپنی روایات کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔



رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ

حدیث:۱۷

((عن أبي قلابة أنه رأىٰ مالك بن الحويرث إذا صلّى كبر ورفع يديه ، وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ صنع هٰكذا))

ابو قلابہ(تابعی رحمہ اللہ) نے مالک بن حویرث صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ،اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔" [صحیح البخاری:۱/۱۰۲ح۷۳۷، واللفظ لہ،صحیح مسلم:۱/۱۶۸ح۳۹۱]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد، رفع یدین کرنا چاہئے۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین متواتر ہے۔

[دیکھئے قطف الازہار المتناثرۃ للسیوطی:ص۹۵،نظم المتناثر ص۹۶ح۶۷ وغیرہما]

③ ترک رفع یدین کی کوئی روایت صحیح نہیں ہے، مثلاً سنن ترمذی (ج۱ص۵۹ح۲۵۷

وحسنہ وصححہ ابن حزم : ۱/۱۱٦ ح ۴۸٧-٧۵۲) اور سنن ابی داود وغیرہما کی روایت سفیان الثوری کے "عن" کی وجہ سے ضعیف ہے، سفیان الثوری مشہور مدلس ہیں، دیکھئے عمدۃ القاری للعینی (۱/۲۲۳) ابن الترکمانی کی الجوہر النقی (۸/۲٦۲) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (۲/٧٧) ماسٹر امین اوکاڑوی کا مجموعۂ رسائل (ج ۳ ص ۴۳۱) نیز آئینہ تسکین الصدور (ص ۹۰، ۹۲) فقہ الفقیہ (ص ۱۳۴) آثار السنن (ص ۱۲٦، تحت ح ۳۸۴ وفی نسخۃ اُخریٰ ص ۱۹۴)

اور مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ اصولِ حدیث میں مقرر رہے۔

۴ صحیح مسلم (ح ۴۳۰) میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں رفع یدین عندالرکوع و بعدہ کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ یہ روایت تشہد میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ مسند احمد میں "**وھم قعود**" اور وہ بیٹھے ہوئے تھے، کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ [ج ۵ ص ۹۳ ح ۲۱۱٦٦]

محدثین نے اس پر سلام کے ابواب باندھے ہیں، اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اس روایت کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع یدین للبخاری (ح: ۳٧) التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

خود دیوبندی حضرات نے بھی اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنے کو ناانصافی قرار دیا ہے، دیکھئے محمد تقی عثمانی کی درس ترمذی (۴/۳٦) محمود الحسن کی الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی: ص ٦۳ اور تقاریر شیخ الہند: ص ٦۵۔

۵ رفع یدین کندھوں تک کرنا صحیح ہے اور کانوں تک بھی صحیح ہے دونوں طریقوں میں سے جس پر عمل کیا جائے، جائز ہے۔ بعض لوگ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح مسلم: ۱/۱٦۸ ح ۳۹۱) سے کانوں تک رفع یدین ثابت کرتے ہیں (مثلاً محمد الیاس کی چالیس حدیثیں ص ۹ ح ۹) اور اس حدیث کا باقی حصہ دانستہ حذف کر دیتے ہیں، جس سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔

⑥ صحابہ سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہے، نہ کرنا ثابت نہیں ہے، دیکھئے امام بخاری کی جزء رفع الیدین (ح:۲۹) بعض لوگوں کا سنن بیہقی (۸۱،۸۰/۲) سے علی رضی اللہ عنہ کا غیر ثابت شدہ اثر نقل کرنا صحیح نہیں ہے، سنن بیہقی کے محولہ صفحہ پر ہی اس اثر پر جرح موجود ہے۔

⑦ ابوبکر بن عیاش نے ابن عمر سے ترکِ رفع یدین والی جو روایت نکل کی ہے وہ کئی لحاظ سے مردود ہے۔

اول: ابوبکر بن عیاش جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے نور العینین ص ۱۵۷۔

علامہ عینی حنفی نے کہا:

"وابوبكر سيئ الحفظ"

اور ابوبکر (بن عیاش) برے حافظے والا ہے۔ [عمدۃ القاری ج اص ۲۴۵]

دوم: امام احمد و امام ابن معین نے اس روایت کو باطل و **لا أصل له** قرار دیا ہے، وغیرہ۔



جلسۂ استراحت

حدیث:۱۸

((عن مالك بن الحويرث أنه إذا رأى النبي ﷺ يصلي ، فإذا كان في وتر من صلاته لم ينهض حتٰى يستوي قاعداً))

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب آپ نماز کی طاق رکعت (یعنی پہلی اور تیسری رکعت) میں ہوتے تو (دوسرے سجدے کے بعد) یکدم کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ بیٹھ جاتے (پھر کھڑے ہوتے تھے) [صحیح البخاری:۱/۱۱۳ح۸۲۳]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے جلسۂ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، جناب ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، پہلی رکعت میں دوسرے سجدے سے جب فارغ ہوتے تو بیٹھ جاتے، دو رکعتیں پڑھ کر جب کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے، اور آخری رکعت میں "تورک" کرتے تھے۔
[سنن الترمذی ج۱ص۶۷ح۳۰۴، وقال: ھذا حدیث حسن صحیح]

اس حدیث کو ابن خزیمہ (ج۱ص۲۹۷، ۲۹۸ح۵۸۷، ۵۸۸) ابن حبان (موارد:

۴۴۲، ۴۹۱، ۴۹۲) بخاری (فی جزء رفع الیدین ح:۵، ٦) ابن تیمیہ اور ابن القیم وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند متصل ہے اور عبدالحمید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ: ۳۴۴/۱) اس پر جرح مردود ہے۔

② بعض لوگ جلسۂ استراحت کو واجب کہتے ہیں، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس کا حکم آیا ہے، دیکھئے (۹۲۴/۲ ح ٦٢٥١) حدیث بالا کے راوی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ "صلوا کما رأیتموني أصلي" نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ [صحیح بخاری ج ۱ ص ح ٦٣١]

③ ابوداود کی جس حدیث میں (لم یتورك) آپ نے تورک نہیں کیا، آیا ہے (اس میں چند الفاظ پہلے "فتورك" پس آپ نے تورک کیا کے الفاظ ہیں)

[۱۴۵/۱ ح ۹٦٦، ۱۱۳/۱ ح ۷۳۳]

اگر یہ روایت صحیح ثابت ہوتی ہے تو اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ نے دوسرے سجدے کے بعد تورک نہیں کیا۔ یعنی اپنی ران پر نہیں بیٹھے یہ حدیث جلسۂ استراحت کی مخالف نہیں ہے کیونکہ جلسۂ استراحت میں بغیر تورک بیٹھا جاتا ہے، جو لوگ اس حدیث سے صحیح بخاری کے مخالف استدلال کرتے ہیں انھیں چاہئے کہ سجدۂ اُولیٰ کے بعد تورک کریں۔ معانی الآثار (٦٢٠/۱) وغیرہ میں اس حدیث (لم یتورك) میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین موجود ہے آدھی حدیث سے استدلال اور آدھی کا انکار کیا معنی رکھتا ہے؟

تنبیہ: ابوداود (۷۳۳، ۹٦٦) والی اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک: مجہول الحال ہے، اسے ابن حبان کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے ثقہ وصدوق قرار نہیں دیا۔

④ نصب الرایہ (۲۸۹/۱) اور الجوہر النقی (۱۲۵/۲) وغیرہما میں مخالفین جلسۂ استراحت نے جو آثار نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح صریح نہیں ہے، بیہقی کی جس

روایت میں ''رمقت ابن مسعود'' ہے سفیان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے ''عن ابن مسعود صحیح'' کہنا صحیح نہیں ہے، دوسرے یہ کہ حدیث مرفوع کے مقابلے میں اپنی مرضی کے آثار پیش کرنا انتہائی غلط کام ہے۔

❀❀❀

تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے

حدیث:۱۹

((عن عبدالله (بن مسعود رضي الله عنه) فقال النبي ﷺ : قولوا :التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو))

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہو:

﴿ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

پھر جو دعا پسند ہو نماز میں کرو۔ [صحیح البخاری:۱/۱۱۵ح۸۳۵مختصراً]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے، **قولوا**:تم کہو واضح رہے **الأمر للوجوب** ،امر (اگر قرینۂ صارفہ نہ ہوتو) وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

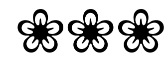
② کتب احادیث میں صحیح اسانید کے ساتھ التحیات کے دوسرے صیغے بھی مروی ہیں، اس مسئلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اختیار کریں جائز ہے، تاہم تشہد ابن مسعود زیادہ راجح ہے۔

③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات و درود کے بعد جو دعا پسند ہو وہ کریں، بشرطیکہ زبان عربی ہو اور دعا میں شریعت کی مخالفت نہ ہو، بعض لوگ صحیح مسلم (۲۱۷/۱ ح ۵۸۸) وغیرہ کی دعا: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمِ'' کو صیغہ امر کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں مگر ان کی تحقیق اس حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

④ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهاَ النَّبِيُّ'' کا مطلب السلام علی النبی (ﷺ) ہے۔

[دیکھئے صحیح بخاری ۹۲۶/۲ ح ۶۲۶۵، حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ]

⑤ اگر کوئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اقتدا میں السلام علی النبی بھی پڑھ لے تو جائز ہے راجح وہی ہے جو اوپر حدیث میں درج ہے۔



نماز میں درودِ ابراہیمی کی فضیلت

حدیث:۲۰

((عن کعب بن عجرة عن رسول الله ﷺ قال :قولوا اللهم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد کما صلیت علٰی إبراهیم وعلٰی آل إبراهیم إنك حمید مجید اللهم بارك علٰی محمد وعلٰی آل محمد کما بارکت علٰی إبراهیم وعلٰی آل إبراهیم إنك حمید مجید))

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" [صحیح البخاری:۱/۴۷۷ح۳۳۸۰]

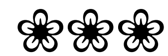
فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تشہد میں درود (ابراہیمی) پڑھنا فرض ہے۔

② اس حدیث کے عموم اور حدیث نسائی سے استدلال کرتے ہوئے پہلے تشہد میں درود پڑھنا بھی صحیح ہے بلکہ زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

[۳/۲۴۱ح۱۷۲۱، والسنن الکبریٰ للبیہقی:۲/۴۹۹، ۵۰۰]

③ درج بالا درود ابراہیمی کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیو بندی تقلیدی نے نماز پیغمبر ص ۱۹۸ اور ''چالیس حدیثیں'' (ص ۲۱، ۲۲، ۲۵) میں غلطی سے صحیح مسلم (ح ۴۰۵) کا حوالہ دے دیا ہے حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں قطعاً موجود نہیں، صحیح بخاری کی حدیث کو جان بوجھ کر صحیح مسلم سے منسوب کر دینا محمد الیاس صاحب کی حدیث میں قلیل البضاعتی اور ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔



درود کے بعد اشارہ کرنا

حدیث:۲۱

((عن عبداللہ بن الزبیر قال: کان رسول اللہ ﷺ إذا قعد یدعو، وضع یدہ الیمنٰی علٰی فخذہ الیمنٰی ویدہ الیسریٰ علٰی فخذہ الیسریٰ وأشار بإصبعہ السبابۃ ووضع إبھامہ علٰی إصبعہ الوسطٰی ویلقم کفہ الیسریٰ رکبتہ))

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز میں) بیٹھتے (اور) دعا کرتے (تو) اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے، اور اپنا انگوٹھا درمیانی انگلی (کی جڑ) پر رکھتے، اور بائیں ہتھیلی کو پھیلا کر اپنا گھٹنا پکڑ لیتے تھے۔

[صحیح مسلم: ۲۱۶/۱ ح۵۷۹]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں عندالدعاء انگلی کا اشارہ کرنا مسنون ہے، بعض لوگ أشھد أن لا پر انگلی اٹھاتے اور إلا اللہ پر رکھ دیتے ہیں، یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ شروع سے آخر تک انگلی اٹھائی جائے، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''تشہد میں جو رفع سبابہ کیا جاتا ہے اس میں تردد تھا کہ اس اشارہ کا بقاء کس وقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ حضرت قدس سرہ (یعنی رشید احمد گنگوہی / ناقل) کے

حضور پیش کیا گیا، فوراً ارشاد فرمایا کہ ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبابہ سے اشارہ فرما رہے تھے، اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہوگیا کہ اخیر تک اسکا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے۔'' [تذکرۃ الرشید: ۱/۱۱۳]

② بعض لوگوں نے چند فقہی روایات کی وجہ سے اس اشارہ سے منع کیا ہے مثلاً خلاصۂ کیدانی کا مصنف لکھتا ہے (**الباب الخامس فی المحرمات والإشارة بالسبابة کاهل الحدیث** ص ۱۵، ۱۶) یعنی پانچواں باب محرمات (حرام چیزوں) میں اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرنا جس طرح اہل حدیث کرتے ہیں (یہ قول درج بالا حدیث و دیگر دلائل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے)

③ اس سنت صحیحہ کے خلاف نام نہاد متجددین نے بھی اپنے مکاتیب وغیرہ میں انتہائی قابل مذمت ''گوہر افشانی'' کر رکھی ہے۔

❀❀❀

دعا میں منہ پر ہاتھ پھیرنا

حدیث:۲۲

امام بخاری نے فرمایا:

((حدثنا إبراهيم بن المنذر قال :حدثنا محمد بن فليح قال : أخبرني أبي عن أبي نعيم ، وهو وهب ، قال :رأيت ابن عمرو ابن الزبير يدعوان يديران بالراحتين على الوجه))

ابونعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ دونوں دعا کرتے تھے (پھر) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔[الادب المفرد للبخاری ص۲۱۴، ح۶۰۹، باب ۲۷۶]

اس روایت کی سند حسن ہے۔اوراس پر بعض لوگوں کی جرح مردود ہے۔

فوائد:

① دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

[نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی ص۱۹۰]

درج بالا حدیث سے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت ہوتا ہے۔

② فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اگر بغیر التزام ولزوم کے کبھی کبھار اجتماعی دعا کرلی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

③ فرض نماز کے بعد انفرادی دعا کا ثبوت کئی احادیث میں ہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے انفرادی طور پر ہاتھ اٹھانا معلوم ہوتا ہے۔

[مجمع الزوائد ج ۱۰،ص ۱۶۹]

حافظ ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے مگر ہمیں اس کی سند نہیں ملی تا کہ حافظ صاحب کے بیان کی تحقیق کی جاسکے۔

④ درخواست پر دعا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

⑤ مجمع الزوائد والی روایتِ طبرانی کی سند امام ابن کثیر کی جامع المسانید (۵۲۹/۸) میں موجود ہے، اس کے راوی سلیمان بن الحسن العطار کے حالات مطلوب ہیں۔

تنبیہ: سلیمان بن الحسن العطار بقولِ راجح: صدوق ہے لیکن فضیل بن سلیمان جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ [دیکھئے السلسلہ الضعیفہ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ ۵۶/۶ ح ۲۵۴۴]

محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے فضیل کے بارے میں تقریب التہذیب سے ''**صدوق وله خطا كثير**'' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

[العلل المتناہیۃ لابن الجوزی کا حاشیہ: ۳۶۶/۲ ح ۱۴۱۹ حاشیہ نمبر ۳]

اور جس کی خطاء کثیر (زیادہ) ہو وہ ضعیف راوی ہوتا ہے۔ فضیل کی صحیحین میں روایات متابعات وشواہد کی وجہ سے صحیح ہیں، والحمد للہ

❀❀❀

نفلی نمازیں

حدیث:۲۳

((عن أم حبيبة زوج النبي ﷺ أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول :مامن عبد مسلم يصلي لله كل يوم ثنتي عشرة ركعة تطوعاً غير فريضة بنى الله له بيتاً في الجنة))

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جومسلمان بندہ ہرروزنماز کی فرض رکعتوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل(روزانہ) پڑھتا ہےتو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک محل بنادیتا ہے۔ [صحیح مسلم:۱/۲۵۱ح ۷۲۸]

فوائد:

① اس حدیث پاک اور دیگر احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل کی بڑی فضیلت آئی ہے، چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی فرض نماز سے پہلے۔

② بعض روایات میں ظہر کے بعد چار اور عصر سے پہلے چار رکعات کی بھی فضیلت آئی ہے، یہ رکعتیں دو سلام سے پڑھنی چاہئیں۔ [صحیح ابن حبان، الاحسان:۴/۷۷ح ۲۴۴۴]

③ صحیح بخاری (۱/۱۲۸ح ۹۳۷) وغیرہ میں ظہر سے پہلے دو رکعتیں بھی ثابت ہیں۔

④ قیام اللیل للمروزی (ص ۴۷) میں بلا سند ابو معمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ (نامعلوم) اشخاص مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں، یہ روایت بلاسند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

⑤ مختصر قیام اللیل (ص ۵۸) میں بغیر کسی سند کے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ (نامعلوم اشخاص) عشاء سے پہلے چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے، یہ روایت بھی بلاسند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

⑥ یہ تمام رکعتیں دو دو کر کے پڑھنی چاہئیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ: ۲/۲۱۴ ح ۱۲۱۰ و صحیح ابن حبان: موارد الظمآن ح ۶۳۶]

ایک سلام کے ساتھ (نفل) چار اکٹھی رکعتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں ہیں۔

بعض آثار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک سلام سے نوافل و سنن کی چار رکعتیں، اکٹھی پڑھنی جائز ہیں مگر افضل یہی ہے کہ دو دو کر کے پڑھی جائیں۔

⑦ مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا جواز ثابت ہے قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے (صحیح البخاری: ۱/۱۵۷ ح ۱۱۸۳) اور فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

[مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۶۴، وقال: هذا اسناد صحيح على شرط مسلم]

⑧ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں (اوابین) پڑھنے والی روایت عمر بن ابی خثعم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ [دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۹۸ ح ۴۳۵]

⑨ جمعہ کے خطبہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار رکعتیں ثابت نہیں ہیں اور نہ کوئی خاص عدد، جتنی مقدر ہو پڑھیں، حالت خطبہ میں دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائیں جمعہ کے بعد چار بھی صحیح ہیں۔

(مسلم: ۱/۲۸۸ ح ۸۸۱) اور دو بھی (بخاری: ۱/ تحفہ دمشق ۱۲۸ ح ۹۳۷) چار بہتر ہیں۔

صبح کی دو سنتیں

حدیث:۲۴

((عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال :إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة إلا المكتوبة))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی ۔[صحیح مسلم:۱/۲۴۷ح ۷۱۰]

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز (مثلاً نمازِ صبح وغیرہ) کی اقامت کے بعد سنتیں یا نفل پڑھنا غلط اور باطل ہے، قرآن پاک کی آیت ﴿وارکعوا مع الراکعین﴾ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

② صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما کی متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی فرض نماز کے ہوتے ہوئے دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں، صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے: ’’فنهٰى أن يصلي فى المسجد إذا أقيمت الصلوٰة‘‘ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہو جانے کے بعد مسجد میں دوسری نماز پڑھنے سے منع فرما دیا۔

[۲/۱۷۰، ح ۱۱۲۶]

③ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جناب قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کے فرضوں کے بعد

دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں تو رسول اللہ ﷺ نے معلوم ہو جانے پر انھیں کچھ نہ کہا بلکہ سکوت کیا۔

[دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۶۴ ح ۱۱۱۶، صحیح ابن حبان ۴/۸۲ ''الاحسان'' ح ۲۴۶۲، المستدرک ۱/۲۷۴، ۲۷۵ ح ۱۰۱۷]

اسے ابن خزیمہ، ابن حبان حاکم اور ذہبی چاروں نے صحیح کہا ہے۔ اس روایت کی سند پر ابن عبدالبر کی جرح، جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

④ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ''جس کی صبح کی دو سنتیں رہ جائیں وہ یہ سنتیں نہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پڑھے اور نہ طلوع ہونے کے بعد۔''

[دیکھئے الھدایہ (۱/۱۵۶ باب ادراک الفریضۃ)]

امام صاحب کا یہ قول درج بالا حدیثِ صحیح کے خلاف ہے اور ترمذی (۱/۹۶ ح ۴۲۳) وغیرہ کی اس ضعیف حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں طلوع شمس کے بعد یہ سنتیں ادا کرنے کا ذکر ہے (یہ روایت قتادہ مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

⑤ بعض تقلید پرستوں نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف بعض صحابہ کے آثار پیش کئے ہیں جن میں سے اکثر ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً مجمع الزوائد (۲/۷۵) میں بحوالہ طبرانی (المعجم الکبیر: ۹/۳۱۹ ح ۹۳۸۷، ۹۳۸۵) جو اثر ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کی فرض نماز کے وقت دو سنتیں پڑھیں، یہ سند ابواسحاق مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، اگر طحاوی وغیرہ کے بعض آثار کو صحیح بھی مان لیا جائے تو قرآن اور صریح مرفوع احادیث کے مقابلے میں چند آثار کو پیش کرنا غلط اور باطل ہے، یاد رہے کہ متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے دوران میں سنتیں پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔

⑥ ظفر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

'' ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع ''

یعنی: (دیوبندیوں) کے نزدیک) مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ [اعلاء السنن: ۱/۳۸۴ تحت: ح ۴۳۲]

نماز میں مسنون قراءت

حدیث:۲۵

((عن أبي هريرة قال :كان رسول الله ﷺ يقرأ في الفجر يوم الجمعة ﴿الٓم تنزيل﴾ و﴿هل اتٰى على الانسان ﴾))

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی (فرض) نماز میں جمعہ کے دن، **الٓم تنزیل** (سورۃ السجدۃ) اور **ھل اتٰی علی الانسان** (سورۃ الدھر) تلاوت فرماتے تھے۔ [صحیح البخاری:۱/۱۲۲ح ۸۹۱ و صحیح مسلم:۱/۲۸۸ح ۸۸۰]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے نمازوں میں قراءت کے تعین کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

② تمام مساجد کے اماموں کو چاہئے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت کریں۔

③ جمعہ کی فرض نماز میں، پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ [دیکھئے صحیح مسلم: ج ۱ص ۲۸۷، ۲۸۸ح ۸۷۸]

④ اگر جمعہ کے دن عید آجائے تو جمعہ اور عید دونوں میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ [صحیح مسلم:۱/۲۸۸ح ۸۷۸]

عید کی نماز میں سورۃ القمر اور قٓ والقرآن المجید پڑھنا بھی مسنون ہے۔[صحیح مسلم:۱/۲۹۱ح ۸۹۱]

⑤ پہلی رکعت میں چھوٹی اور دوسری رکعت میں لمبی سورت پڑھنا بھی جائز ہے مثلاً اول

میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ۔

٦ سورتوں میں تقدیم و تاخیر بھی جائز ہے مثلاً پہلے سورۃ النساء پڑھے اور بعد میں آل عمران پڑھے۔ [صحیح مسلم: ۱/۲۶۴ ح ۷۷۲]

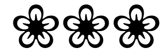
تاہم ترتیب بہتر ہے جیسا کہ عام احادیث سے ثابت ہے۔

٧ نماز میں ایک آیت بار بار پڑھنا بھی جائز ہے۔

[سنن النسائی: ۱/۱۵۶، ۱۵۷ ح ۱۰۱۱ وصححہ الحاکم والذھبی: ۱/۲۴۱ ح ۸۷۹ والبوصیری]

مزید تحقیق کے لئے دیکھئے مختصر قیام اللیل للمروزی (ص ۱۳۰)

٨ ان معینہ سورتوں کو صرف وہی حضرات پڑھتے ہیں، جن کے ہاں سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت ہے اور جنھیں اللہ تعالیٰ سنت پر عمل کی توفیق دیتا ہے، یاد رہے کہ سنتِ رسول بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے، اس چیز کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو آپ نماز جمعہ میں متبعینِ سنت کی کسی بھی مسجد میں چلے جائیں وہاں آپ دیکھیں گے کہ یہی مسنون سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، جبکہ بدعت علاقائی ہوتی ہے آپ دیگر مساجد میں جا کر دیکھ لیں کہ کسی مسجد میں کچھ سورتیں پڑھی جا رہی ہیں اور کسی دوسری مسجد میں کوئی اور سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



تعداد رکعات وتر

حدیث:۲٦

((عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: الوتر ركعة من آخر الليل))

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصہ میں۔ [صحیح مسلم: ۱/۲۵۷ ح ۷۵۲]

فوائد:

① اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا جواز صراحت سے ثابت ہے۔

② نبی ﷺ سے ایک رکعت کا ثبوت قولاً اور فعلاً دونوں طرح احادیث سے ثابت ہے۔ [مثلاً دیکھئے صحیح البخاری: ۱/۱۳۶ ح ۹۹۶، وصحیح مسلم: ۱/۲۵۵، ۲۵۷ ح ۷۴۵-۷۵۱ وغیرہما]

③ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' **الوتر حق على كل مسلم فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل ومن أحب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل** '' وتر ہر مسلمان پر حق ہے پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔ [سنن ابی داود: ۱/۲۰۸ ح ۱۴۲۲، وسنن النسائی: ۱/۲۴۹ ح ۱۷۱۱]

اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ [الاحسان: ۴/۶۳ ح ۲۴۰۳]

اور حاکم و ذہبی دونوں نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [المستدرک: ۱/۳۰۲]

④ تین رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر ایک وتر

پڑھیں۔

[صحیح مسلم: ۱/۲۵۴ ح ۷۳۸، صحیح ابن حبان: الاحسان، ۴/۷۰ ح ۲۴۲۶، مسند احمد: ۲/۶۷ ح ۵۴۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/۴۲۲ ح ۷۵۷]

ایسی ایک روایت المستدرک سے نقل کرنے کے بعد انور شاہ کاشمیری صاحب دیوبندی کہتے ہیں:

''یہ روایت قوی ہے'' اس اعتراف کے بعد بانگِ دہل لکھواتے ہیں کہ ''میں چودہ سال تک اس حدیث (کے جواب) میں سوچتا رہا۔ اور پھر مجھے اس کا شافی وکافی جواب مل گیا۔''

[فیض الباری: ۲/۳۷۵، العرف الشذی: ۱/۱۰۷، معارف السنن: ۴/۲۶۴، واللفظ لہ درس الترمذی: ۴/۲۲۴]

یہ جواب اصلاً مردود ہے اور باطنیوں کی تاویلات سے بھی زیادہ بعید ہے۔

مومن کی تو یہ شان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کا فرمان آجائے تو سرِ تسلیم خم کردے اس کا عمل اگر خلافِ سنت تھا تو اب دلیل مل جانے پر اپنے عمل کو حدیثِ رسول کے مطابق کرلے۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ حدیث رسول کو اپنے پہلے سے طے شدہ فرقے اور آباء واجداد کے عمل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا پھرے؟

''خود بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں''

اللہ تعالیٰ ایسی سوچ وفکر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

⑤ تین وتر، نماز مغرب کی طرح ادا کرنے ممنوع ہیں۔

[دیکھئے صحیح ابن حبان: الاحسان، ۴/۷۱ ح ۲۴۲۰، المستدرک: ۱/۳۰۴ ح ۱۱۳۸-۱۱۳۷، وصححہ الحاکم والذہبی علیٰ شرط البخاری ومسلم]

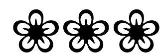
تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنے، نبی کریم ﷺ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔

⑥ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی انوار ساطعہ کے بدعتی مولوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن

عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقر اور مالکؒ، شافعیؒ واحمدؒ کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا''

[براہین قاطعہ ص ۷]



وتر کا طریقہ

حدیث: ۲۷

((عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ یفصل بین الشفع والوتر بتسلیم یسمعنا ہ))

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (وتر کی) جفت (دو) اور وتر (ایک) رکعت کو سلام کے ساتھ جدا (علیحدہ) کرتے تھے اور یہ سلام ہمیں سناتے تھے، یعنی اونچی آواز سے سلام کہتے تھے۔

[صحیح ابن حبان/الاحسان: ۴/۷۰ ح ۲۴۲۶]

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین رکعات وتر پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ دو پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر ایک علیحدہ رکعت پڑھیں۔

② جن روایات میں "**ثم یصلی ثلاثاً**" پھر آپ تین وتر پڑھتے تھے۔

[مسلم: ۱/۲۵۴ ح ۷۳۸]

ان کا مطلب یہ ہے کہ دو علیحدہ اور ایک علیحدہ پڑھتے تھے، دلیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (۱/۲۵۴ ح ۷۳۶) "**یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدة**" یعنی آپ گیارہ رکعات اس طرح پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے اور آخر میں ایک وتر پڑھتے تھے۔

③ جن مرفوع روایات میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا ذکر آیا ہے، وہ سب بلحاظِ سند ضعیف ہیں، بعض میں قتادہ مدلس ہے، تاہم اگر کوئی ان ضعیف روایات پر عمل کرنا چاہے تو دوسری رکعت میں تشہد کے لئے نہیں بیٹھے گا، بلکہ صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھے گا، جیسا کہ السنن الکبریٰ للبیہقی میں قتادہ کی روایت میں ہے، زادالمعاد (۱/۳۳۰) اور مسند احمد (۶/۱۵۵، ۱۵۶) والی روایت ''لا یفصل فیھن'' یزید بن یعفر کے ضعف اور حسن بصری رحمہ اللہ کے عنعنہ (دوعلتوں) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ دوتشہد اور تین وتر والی مرفوع روایت بلحاظ سند موضوع و باطل ہے۔

[دیکھئے الاستیعاب ۴/۴۷۱ ترجمہ ام عبد بنت اسود اور میزان الاعتدال]

اس کے بنیادی راوی حفص بن سلیمان القاری اور ابان بن ابی عیاش ہیں، دونوں متروک و متہم ہیں، نیچے کی سند غائب ہے اور ایک مدلس کا عنعنہ بھی ہے، اتنے شدید ضعف کے باوجود ''حدیث اور اہل حدیث'' کے مصنف نے اس موضوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ [دیکھئے کتاب مذکور ص ۵۶۳ طبع مئی ۱۹۹۳ء]



دعائے قنوت

حدیث:۲۸

((عن الحسن بن علي :علمني رسول الله ﷺ كلمات أقولهن فى الوتر ...... اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما اعطيت وقني شرما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت))

حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے ہیں، جنھیں میں وتر (نماز) میں پڑھتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ ،تبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ "

[سنن ابی داود: ۱/۲۰۸، ۲۰۹ ح ۱۴۲۵]

اسے ترمذی (۱/۱۰٦ ح ۴٦۴) نے حسن، ابن خزیمہ (۲/۲۵۱-۱۵۲ ح ۱۰۹۵، ۱۰۹٦) اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

فوائد:

① یہ مرفوع روایت قنوت وتر کے سلسلہ میں سب سے صحیح ہے۔

۲) عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً "اللهم إنا نستعينك إلخ" مروی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے لیکن درج بالا کلمات فعلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی صراحت کی وجہ سے راجح ہیں۔

۳) سنن نسائی (۱/۲۴۸ ح ۱۷۰۰) میں ہے کہ "ويقنت قبل الركوع" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (اور یہی راجح ہے)

۴) مصیبت وغیرہ کے وقت قنوت نازلہ بھی ثابت ہے، قنوت نازلہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مسنون ہے اور اس میں دونوں ہاتھ دعا کی طرح اٹھانے مسنون ہیں۔ [دیکھئے مسند احمد ۳/۱۳۷ ح ۱۲۴۲۹]

۵) قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہیں اس بارے میں بعض ضعیف آثار بھی مروی ہیں۔ لیکن ہاتھ نہ اٹھانا راجح ہے۔ واللہ اعلم

۶) جن آثار میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس سے مراد دعا والا رفع یدین ہے، شروع نماز، رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں، لہٰذا بعض مقلدین کا خلط مبحث کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷) وتر یا قنوت نازلہ میں صراحت کے ساتھ منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں ہے، مگر مطلق دعا میں جائز ہے۔ [دیکھئے حدیث نمبر: ۲۲]

۸) حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان اور ابو اسحاق السبیعی (تابعین) سے ثابت ہے کہ وہ نماز میں جب دعائے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرتے تو (قراءت سے) فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے پھر دعائے قنوت پڑھتے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۰۷ ح ۶۹۵۱ وسندہ صحیح]

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وتر کی آخری رکعت میں جب آپ قراءت سے فارغ ہو جائیں تو تکبیر کہہ کر اونچی آواز سے دعائے قنوت پڑھیں، پھر جب رکوع کرنا چاہیں تو تکبیر کہیں"

[مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۴ ح ۴۰۷۲ وسندہ صحیح سفیان الثوری لا یدلس عن منصور، فحدیثہ عنہ صحیح ولو عنعن]

تنبیہ: رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ دیکھئے ص ۴۶

قیام رمضان، یعنی تراویح

حدیث:۲۹

((عن عائشة رضي الله عنها قالت :كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء ، وهي التي يدعو الناس العتمة إلى الفجر إحدىٰ عشرة ركعة ، يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة))

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں ، سے فارغ ہونے کے بعد نماز فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اور) ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور (پھر) ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ [صحیح مسلم:۱/۲۵۴ح ۷۳۶]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کل گیارہ (۲+۲+۲+۲+۲+۱) رکعات ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے الخ (۱/۲۶۹ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری:۱/۱۲۸ کتاب الصوم کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان) اس کے مقابلے میں بیس والی جو روایت پیش کی جاتی ہے، محدثین نے بالاتفاق اسے رد کر دیا ہے، انور شاہ کشمیری دیوبندی املاء کراتے ہیں:

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔'' [العرف الشذی:۱/۱۶۶]

② رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں جو نماز پڑھی تھی، آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ:۲/۱۳۸ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان:۴/۶۲، ۶۴ ح ۲۴۰۱]

اس کے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ (ص ۱۶، ۱۹ ح ۲۴۰۶) اس مفہوم کی مؤید ایک روایت مسند ابی یعلیٰ میں بھی ہے جسے حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد:۲/۷۴]

③ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

[موطا امام مالک:۱/۱۱۴ح ۲۴۹، وصححہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ والنیموی وقواہ الطحاوی]

اس حکم کے بموجب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

[سنن سعید بن منصور وصححہ السیوطی/الحاوی فی الفتاویٰ:۱/۳۵۰]

④ عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح قولاً وفعلاً یا تقریراً قطعاً ثابت نہیں ہیں، یزید بن رومان والی روایت منقطع ہے، دوسرے یہ کہ یہ نہ قول ہے نہ فعل نہ تقریر بلکہ نامعلوم لوگوں کا عمل ہے۔

⑤ امام مالک بھی صرف گیارہ رکعات کے قائل تھے۔

[کتاب الصلاۃ والتہجد لعبد الحق الاشبیلی ص ۲۸۷]

اور یہی تحقیق ابوبکر بن العربی وغیرہ کی ہے۔ [دیکھئے عارضۃ الاحوذی:۴/۱۹]

امام ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی (متوفی:۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

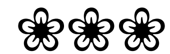
"وقال كثير من أهل العلم إحدىٰ عشرة ركعة أخذاً بحديث عائشة المتقدم"

بہت سے علماء نے کہا ہے کہ قیام رمضان (تراویح) کا عدد گیارہ رکعات ہے، اس سلسلے میں انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حجت پکڑی ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

[المفهم لما اشكل من تلخيص کتاب مسلم: ۲/ ۳۹۰، باب الترغیب فی قیام رمضان]

⑥ انور شاہ کشمیری صاحب کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

[فیض الباری: ۲/ ۴۲۰ العرف الشذی: ۱/ ۱۶۶]



تکبیرات عیدین

حدیث:۳۰

((عن عبدالله عمرو بن العاص قال :قال نبي الله ﷺ :
التكبير فى الفطر سبع فى الأولٰى وخمس فى الآخرة والقرأة بعدهما كلتيهما))

عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں پہلی (رکعت) میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں اور قراءت دونوں رکعتوں میں تکبیروں کے بعد ہے۔

[سنن ابی داود: ۱/۱۷۰ ح ۱۱۵۱]

اسے احمد بن حنبل، علی بن المدینی، البخاری اور النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

[التلخیص الحبیر: ۲/۸۴ ح ۶۹۱ و نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود ح ۱۱۵۱ للمؤلف ھذا الکتاب]

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز میں بارہ تکبیریں مسنون ہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

② نافع رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ۔

[موطا امام مالک: ۱/۱۸۰ ح ۴۳۵ بتحقیقی و اسنادہ صحیح]

اور یہی مسئلہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے۔

[دیکھئے احکام العیدین للفریابی: ص۱۷۶ ح۱۲۸ واسنادہ صحیح]

③ ابوداود کی ایک غیر قولی روایت میں چار تکبیروں کا ذکر بھی آیا ہے۔[۱/۱۷۰ ح۱۱۵۳]
لیکن اس کی سند ابو عائشہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو عائشہ کے بارے میں خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے کہا: ''ابن حزم اور ابن القطان نے کہا: مجہول ہے، اور ذہبی نے میزان میں کہا: غیر معروف'' (بذل المجہود: ۱۹۰/۶) اس حدیث کے راوی امام مکحول رحمہ اللہ بھی بارہ تکبیرات کے قائل تھے۔

[ابن ابی شیبہ: ۱۷۵/۲ ح۵۷۱۴ والفریابی: ح۱۲۲ باسناد صحیح]

④ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

[مسند احمد: ۱۳۴/۲ ح۶۱۷۵، وصححہ ابن الجارود: ح۱۷۸]

اس روایت سے امام بیہقی اور امام ابن المنذر رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے کہ تکبیرات عید میں رفع یدین کرنا چاہئے۔ [التلخیص الحبیر: ۸۶/۲ ح۶۹۲]
یہ استدلال بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

⑤ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہر اشارہ پر ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔[المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۹۷/۱۷ ح۸۱۹]
اس کی سند حسن ہے۔[مجمع الزوائد: ۱۰۳/۲]
لہٰذا ثابت ہوا کہ بارہ تکبیروں سے ایک سو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔

⑥ حسن سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سجدۂ تلاوت کے لئے تکبیر کہتے تھے پھر سجدہ کرتے تھے۔ [سنن ابی داود: ج۱ ص۲۰۷، ح۱۴۱۳]
لہٰذا ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کی تکبیر کہتے وقت بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔

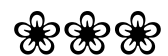
امام اسحاق بن منصور فرماتے ہیں:

'' ورأیت أحمد رحمه الله تعالیٰ إذا سجد في تلاوة فی الصلوٰة

رفع يديه“

اور میں نے (امام) احمد (بن حنبل) رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ آپ جب نماز میں سجدۂ تلاوت کرتے تو (تکبیر کہتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔

[کتاب المسائل عن احمد واسحاق، المجلد الاول: ص ۴۸۱]



مسافتِ سفر جس میں (نماز) قصر کرنا مسنون ہے

حدیث:۳۱

((عن یحي بن یزید الھنائي قال :سألت أنس بن مالك عن قصر الصلٰوۃ فقال کان رسول اللہ ﷺ إذا خرج ثلاثة أمیال أو ثلاثة فراسخ –شعبة الشاك – صلٰی رکعتین))

یحیٰ بن یزید الہنائی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا،تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ (نو میل) سفر کے لئے نکلتے [شعبہ کو (تین میل یا تین فرسخ کے بارے میں)شک ہے] تو آپ دو رکعتیں پڑھتے ۔[صحیح مسلم:۲۴۲/۱ ح ۶۹۱]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نو میل پر قصر کرنا مسنون ہے۔

② ابن عمر رضی اللہ عنہ تو تین میل پر بھی قصر کے جواز کے قائل تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ:۴۴۳/۲ ح ۸۱۲۰ وسندہ صحیح]

③ عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔

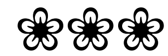
[فقۂ عمر اردو ص ۳۹۴،مصنف ابن ابی شیبہ:۴۴۵/۲ ح ۸۱۳۷]

④ ابن حزم کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ۔راوی حدیث بھی نو میل کے قائل تھے۔

[المحلیٰ :۸/۵ مسئلہ:۵۱۳]

احتیاط بھی اسی میں ہے کہ شک سے نکلتے ہوئے، کم از کم نو میل پر قصر کیا جائے، اسی طرح تمام احادیث پر بآسانی عمل ہو جاتا ہے۔

⑤ صحیح بخاری کی جس روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار برد (۴۸ میل) پر قصر کرتے تھے، اس حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ نو میل پر قصر کرنے والا خود بخود اڑتالیس (۴۸) میل پر قصر کرے گا۔ اس اثر میں یہ بات بالکل نہیں ہے کہ وہ اڑتالیس میل (۴۸) سے کم پر قصر نہیں کرتے تھے۔



مدت قصر

حدیث:۳۲

((عن ابن عباس قال :أقام النبي ﷺ تسعة عشر، يقصر فنحن إذا سافر نا تسعة عشر قصر نا وإن زدنا أتممنا))

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس (۱۹) دن قیام کیا، آپ قصر کرتے تھے۔ پس اگر ہم انیس (۱۹) دن سفر میں ہوتے تو قصر کرتے، اور اگر اس سے زیادہ (قیام میں) رہتے تو پوری پڑھتے۔ [صحیح البخاری:۱/۱۴۷ ح۱۰۸۰]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انیس (۱۹) دن ٹھہرنے کی نیت والا مسافر قصر کرے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے گا۔

② سنن ترمذی (۱/۱۲۲ ح ۵۴۸) میں بلا سند آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مسافر نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی وہ پوری نماز پڑھے گا، یہ اثر صحیح سند کے ساتھ مصنف عبدالرزاق (۲/۵۳۳ ح ۴۳۴۳) ومصنف ابن ابی شیبہ (۲/۴۵۵ ح ۸۲۱۷) میں موجود ہے۔

③ کتاب الآثار محمد بن الحسن الشیبانی میں: '' أخبرنا أبو حنيفة عن حماد قال حدثنا موسٰى بن مسلم عن مجاهد عن عبدالله بن عمر '' کی سند سے ایک روایت موجود ہے۔ (ص ۲۰۱ ح ۱۸۸) لیکن یہ سند سخت ساقط الاعتبار بلکہ

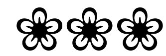
موضوع ہے۔

ا: محمد بن الحسن محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے، بلکہ امام ابن معین نے کہا:

''**جهمي كذاب**'' [لسان المیزان: ۱۳۹/۵، کتاب الضعفاء للعقیلی: ۵۵/۴ ت ۱۶۱۲ وسندہ صحیح]

ب: حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰) امام ابوحنیفہ کا اس سے سماع قبل از اختلاط ثابت نہیں ہے۔ [دیکھئے حدیث: ۹، نیز دیکھئے نمبر: ۲]

④ جو لوگ مدتِ سفر کی تحدید تین دن کے اندر کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی صریح صحیح دلیل نہیں ہے نصِ صریح کے مقابلے میں عمومات پر قیاس کرنا مرجوح ہے۔ واللہ اعلم



سفر میں جمع بین الصلاتین

الجمع بين الصلاتين في السفر

حدیث:۳۴

((عن معاذ قال :خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فكان يصلى الظهر والعصر جميعاً والمغرب والعشاء جميعاً))

معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ ظہر وعصر کی نماز اکٹھی (یعنی جمع کرکے) پڑھتے تھے، اور مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔ [صحیح مسلم:۱/۲۴۶ح۷۰۶]

فوائد:

① اس حدیث سے سفر میں جمع بین الصلاتین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

② نبی ﷺ قرآن مجید کے شارحِ اعظم ومبین اعظم تھے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کا قول یا فعل قرآن پاک کے خلاف ہو، لہٰذا سفر میں جمع بین الصلاتین کو قرآن مجید کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

③ متعدد صحابہ، جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل و فاعل تھے مثلاً ابن عباس، انس بن مالک سعد اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۴۵۶، ۴۵۷]

④ عذر کے بغیر نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔[فقہ عمر:ص ۴۲۸، وروی مرفوعاً باسناد ضعیف]

سفر بارش اور شدید عذر کی بنیاد پر جمع کرنا جائز ہے(**كما ثبت في صحيح مسلم**) یہ سب شرعی عذر ہیں۔

⑤ جمع تقدیم مثلاً (ظہر کے وقت عصر اور ظہر کو اکٹھا پڑھنا) وجمع تاخیر (مثلاً عصر کے وقت، ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھنا) دونوں طرح جائز ہے۔

[مشکوٰۃ:ص ۱۱۸، باب الصلوٰۃ السفر ، بحوالہ سنن ابی داود: ۱/۱۷۷، ۱۷۸ح ۱۲۲۰-۱۲۰۶، ترمذی: ۱/۱۲۳، ۱۲۴ح ۵۵۳]

امام ابن حبان نے اسے ''**محفوظ صحیح**'' کہا۔ [مرعاۃ المفاتیح: ۴/۴۰۵]

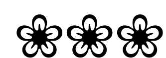
⑥ سفر میں جمع بین الصلاتین کی روایات صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔

[دیکھئے صحیح بخاری ۱/۱۴۹ح ۱۱۰۶-۱۱۱۲]

⑦ ابن عمر رضی اللہ عنہما بارش میں بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔

[موطا امام مالک ص ۱۲۶، وغیرہ، وسندہ صحیح]

صحیح مسلم (۷۰۵) وغیرہ کی احادیث کا عموم بھی اسی کا مؤید ہے کہ بارش میں جمع بین الصلاتین جائز ہے۔



صلوٰةِ استسقاء

حدیث:۳۴

((عن عبدالله بن زيد رضي الله عنه قال خرج النبي ﷺ يستسقي فتوجه إلى القبلة يدعو وحول ردائه ثم صلى ركعتين يجهر فيهما بالقراء ة))

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ استسقاء کے لئے نکلے، پس آپ نے دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کیا اور آپ نے اپنی چادر پلٹائی پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، ان میں آپ جہر کے ساتھ قراءت کر رہے تھے ﷺ۔ [صحیح البخاری:۱/۱۳۹ح۱۰۲۴، واللفظ لہ، وصحیح مسلم:۱/۲۹۳ح۸۹۴]

فوائد:

① صحیح البخاری کی دوسری روایت میں ہے:

"ثم صلى لنا ركعتين" پھر آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔

② اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ استسقاء کی نماز مسنون ہے۔

③ اس کے برخلاف ہدایہ میں لکھا ہوا ہے:

"ليس في الإستسقاء صلوٰة مسنونة في جماعة"

(امام ابوحنیفہ نے کہا) استسقاء کے موقعہ پر نماز باجماعت مسنون نہیں ہے۔

[۱/۱۷۶، باب الاستسقاء]

صلوٰۃ التسبیح

حدیث:۳۵

((عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال للعباس بن عبدالمطلب :يا عباس !يا عماه !ألاأعطيك ؟ ألاأمنحك ؟ ألا أحبوك ؟ ألا أفعل بك عشر خصال إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره قديمه وحديثه خطأه وعمده ، صغيره وكبيره ، سره وعلانيته ، عشر خصال :أن تصلی أربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم قلت : سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة ، ثم تركع فتقولها وأنت راكع عشراً ،ثم ترفع رأسك من الركوع فتقولها عشراً ،ثم تهوي ساجداً فتقولها وأنت ساجد عشراً ، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشراً ، ثم تسجد فتقولها عشراً ، ثم ترفع رأسك فتقولها عشراً ،فذلك خمس وسبعون في كل ركعة ، تفعل ذلك في أربع ركعات ، إن استطعت أن تصليها في كل يوم مرة فافعل فإن لم تفعل ففي كل جمعة مرة ، فإن لم تفعل ففي كل شهر مرة ، فإن لم تفعل ففي كل سنة مرة فان لم تفعل ففي عمرك مرة))

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس ! اے چچا جان ! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا

آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے) دس اچھی خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ ذوالجلال آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، انجانے میں اور جان بوجھ کر کئے گئے تمام چھوٹے بڑے، چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ معاف فرمادے؟ (اور وہ عمل یہ ہے) کہ آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورۃ پڑھیں، جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات پندرہ بار پڑھیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَآ إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))

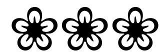
پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع میں ہی انھی کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر آپ رکوع سے اٹھ جائیں اور (**سمع اللہ لمن حمدہ** وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور سجدہ کی تسبیحات اور دعائیں پڑھنے کے بعد) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور اس جلسہ میں جو دعائیں ہوں پڑھ کر) دس بار انھی کلمات کو دہرائیں اور پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر اس تسبیح کو ادا کریں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسۂ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں، ایک رکعت میں کل پچھتر (۷۵) تسبیحات ہوئیں اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں، اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو ہر مہینہ ایک بار میں پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار (یہ نماز ادا) نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں'' [سنن ابی داود: ۱/۱۹۱، ح ۱۲۹۷]

اس کی سند حسن ہے اسے ابوبکر الآجری، ابوالحسن المقدسی، ابوداود وغیرہم نے صحیح کہا

ہے۔[الترغیب والترہیب:۱/۴۶۸]

تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود'' دیکھیں۔

یہ نماز جماعت کے ساتھ ثابت نہیں ہے لہٰذا صلوٰۃ التسبیح انفرادی ہی پڑھنی چاہئے۔



سورج اور چاند گرہن کی نماز

حدیث:۳٦

((عن عائشة أن النبي ﷺ صلى بهم في كسوف الشمس أربع ركعات في سجدتين الأولى أطول "

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں سورج گرہن کی نماز دو رکعتوں میں چار رکوع کے ساتھ پڑھائی تھی پہلا رکوع زیادہ طویل تھا۔

[صحیح البخاری:۱/۱۴۵ح۱۰۶۴، وصحیح مسلم:۱/۲۹۶ح۹۰۱]

فوائد:

① اس حدیث مبارک اور دیگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوف وخسوف (سورج گرہن اور چاند گرہن) کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں دو رکوع کرنے مسنون ہیں، اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز باجماعت پڑھنی مسنون ہے۔

③ دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک ہر رکعت میں صرف ایک رکوع ہے، دو نہیں ہیں دیکھئے (الہدایہ:۱/۱۷۵) اس قول پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے، لہذا درج بالا حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

④ سجدتین سے مراد رکعتین ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

" انه صلى اربع ركعات في ركعتين واربع سجدات " [۱/۲۹۶ح۹۰۱]

سجدۂ سہو

حدیث:۳۷

((عن عبداللہ بن مسعود قال :قال رسول اللہ ﷺ فإذا نسي أحدکم فلیسجد سجدتین))

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اگر تم میں کوئی شخص (نماز میں) بھول جائے تو (سجدۂ سہو) دوسجدے کرے۔

[صحیح مسلم:۲۱۳/۱ح۵۷۲ملخصاً]

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں اگر بھول چوک ہو جائے تو سہو کے دوسجدے کرنے چاہئیں۔

② اگر تعداد رکعات مثلاً تین چار میں شک ہو جائے تو یقین کو اختیار کر کے سلام سے پہلے دوسجدے کرنے چاہئیں۔ [صحیح مسلم:۲۱۱/۱ح۵۷۱]

③ اگر تشہد اول بھول جائے تو آخر میں سجدہ سہو کریں۔

[ابوداود: ج۱ص۱۵۵ح۱۰۳۴،۱۰۳۵،وصحہ الترمذی: ج۱ص۸۹،ابن ماجہ:ص۴۷ح۱۲۰۶،۱۲۰۷]

④ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے:

" والصواب أن یسلم تسلیمة واحدة وعلیه الجمهور "

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف سلام پھیرے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔[۱۲۵/۱]

نہ جانے ان جمہور سے کون سے لوگ مراد ہیں، بعض ضرورت سے زیادہ کاروباری لوگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کوئی سودا بیچتے وقت کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کا اتنا مول لگ گیا ہے۔اب کسی کو کیا معلوم کہ وہ حضرت گھر سے مول لگوا کر آئے ہیں، مذہبی کتابوں میں گھریلو جمہوریت کی بات نہیں کرنی چاہئے ، یہ بڑی ذمہ داری کی بات ہوتی ہے، انسان مغالطے میں پڑ جاتا ہے'' [حی علی الصلاۃ:ص۱۶۳]

⑤ محقق اہل حدیث، امام، الثقہ، المتقن الفقیہ، شیخ الاسلام، الخطیب حافظ خواجہ محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حنفیہ سلام کے بعد سجدۂ سہو کے قائل ہیں اور عام نمازوں کے آخر میں یہ مکمل التحیات پڑھتے ہیں اور دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں یہ پتا نہیں انھیں کس نے بتلا دیا ہے کہ سجدۂ سہو کرنا ہو تو صرف تشہد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔'' [حی علی الصلوۃ:ص۱۶۳]

❀❀❀

صف کے پیچھے اکیلا نمازی

حدیث: ۳۸

((عن علي بن شيبان قال :خرجنا حتٰى قدمنا على النبي ﷺ فبا يعناه وصلينا خلفه ثم صلينا وراء ه صلاة أخرىٰ فقضى الصلاة فرأىٰ رجلاً فرداً يصلي خلف الصف قال :فوقف عليه نبي الله ﷺ حين انصرف ، قال :استقبل صلاتك ، فلا صلوٰة لفرد خلف الصف))

علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کی، اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر ہم نے آپ کے پیچھے ایک دوسری نماز پڑھی، آپ نے نماز ادا کی تو ایک شخص کو دیکھا کہ صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا ہے، آپ اس کے پاس کھڑے ہوگئے جب اس نے سلام پھیرا تو آپ نے حکم دیا کہ اپنی نماز دوبارہ پڑھو، اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔

[سنن ابن ماجہ: ص ۷۰، ح ۱۰۰۳، وقال البوصیری: اسنادہ صحیح رجالہ ثقات]

اسے ابن خزیمہ (۳/ ۳۰، ح ۱۵۶۹) اور ابن حبان (موارد ح ۴۰۱) نے صحیح قرار دیا ہے۔

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے آدمی کی نماز نہیں

ہوتی۔

② وابصہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے (سنن ابی داود: ۱/۱۰۶ ح ۶۸۲ وصحیحہ ابن حبان (۲۲۰۱-۲۱۹۸) وابن الجارود (ح: ۳۱۹) واسحاق وغیرہم وحسنہ الترمذی (ح: ۲۳۰) والبغوی (ح: ۸۲۴)

③ حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ آخر تک صف کے پیچھے اکیلے نہیں تھے، بلکہ چل کر صف میں شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح مدرک رکوع کے سلسلہ میں حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کرنا بھی غلط ہے۔

[دیکھئے جزء القراءۃ للبخاری ح ۱۳۶]

④ اگر کوئی شخص دو (امام ومقتدی) پر قیاس کرکے اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر ملا لے تو جائز ہے، تاہم صف کے بالکل آخری کونے سے کھینچے تاکہ قطع صف سے بچ جائے بعض علماء اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ درمیان سے آدمی کھینچے تاکہ ''وسطوا الامام'' وغیرہ پر عمل ہو جائے۔ (سنن ابی داود: ح ۶۸۱) یہ روایت یحییٰ بن بشیر کی ماں: امۃ الواحد اور یحییٰ بن بشیر کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

⑤ حنفی اصول بزدوی میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو جو مجہول لکھا ہوا ہے (ص ۶۰) انتہائی غلط بات ہے، اس قسم کے اصول کی شعبدہ بازی سے تقلید پرست حضرات، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حق یہ ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں ان میں سے کوئی بھی مجہول نہیں۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

❀❀❀

تعدیل ارکان

حدیث:۳۹

((عن أبي هريرة أن النبي ﷺ – وذكر الحديث – فقال: إذا قمت إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتٰى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتٰى تعتدل قائماً ثم اسجد حتٰى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتٰى تطمئن جالساً ثم اسجد حتٰى تطمئن ساجداً ثم افعل ذلك في صلاتك كلها))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم -اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو، پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرلو پھر سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو، پھر اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو پھر ساری نمازوں (رکعتوں) میں ایسے ہی کرو۔

[صحیح البخاری: ۱/۱۰۹ ح ۷۹۳، وغیرہ وصحیح مسلم: ۱/۱۷۰ ح ۳۹۷]

فوائد:

① اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نماز میں تعدیل ارکان فرض ہے۔

② حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع وسجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو فرمایا:

''ما صليت ولو مت مت علىٰ غير الفطرة التي فطر الله محمداً ﷺ''
''تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو (اس حالت میں) مر جاتا تو اس فطرت (دین اسلام) پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔
[صحیح البخاری: ۱/۱۰۹ ح ۷۹۱]

③ بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب الہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ تعدیل ارکان ''فلیس بفرض'' فرض نہیں ہے۔ [۱/۱۰۶، ۱۰۷ ملخصاً]

بلکہ محمود الحسن الدیوبندی کی تقریر ترمذی میں بلا سند لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی، ابو یوسف نے تعدیل ارکان کے بغیر جلدی جلدی نماز پڑھا دی اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے یعقوب (یعنی ابو یوسف آج) فقیہ ہو گئے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی دوسرے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس نماز کا اعادہ بطور نفل کر لیا۔ [ص ۱۱ مترجماً]

④ اہل الرائے کی ''فقہ شریف'' کی مستند (!) کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے جائیں تو (حنفی) اجماع ہے کہ نماز صحیح ہے (۱/۷۰ طبع کوئٹہ بلوچستان) ظاہر ہے کہ یہ قول صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، ایسی نماز تو کوئی بازی گر ہی پڑھ سکتا ہے۔
العیاذ باللہ

⑤ جزء القراءت للبخاری کی ایک روایت میں آیا ہے:
'' إذا أقيمت الصلوٰة فكبر ثم اقرأ ثم اركع ''
یعنی جب ''فرض'' نماز کی اقامت ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر پھر قراءت کر۔
[ح: ۱۱۳، اسنادہ صحیح]

اس روایت قراءت خلف الامام ثابت ہوتی ہے۔ والحمد للہ

❀❀❀

نماز جنازہ کا طریقہ

حدیث:۴۰

((عن طلحة بن عبدالله بن عوف قال :صليت خلف ابن عباس علٰى جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب(و سورةٍ) وقال :لتعلموا أنها سنة [و حق]))

طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے کہا: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی پس انھوں نے سورہ فاتحہ (اور ایک سورت بلند آواز سے) پڑھی اور فرمایا: (میں نے اس لئے جہراً پڑھی ہے کہ) تم جان لو کہ یہ سنت (اور حق) ہے۔ [صحیح البخاری:۱/۱۷۸ح۱۳۳۵]

ترجمے میں پہلی بریکٹ ''[ ]'' کے الفاظ نسائی (۱/۲۸۱ح۱۹۸۹) اور دوسری کے منتقی ابن الجارود (ص:۱۸۸ح۵۳۴،۵۳۶) کے ہیں، آخری بریکٹ کے الفاظ نسائی اور ابن الجارود کے ہیں۔

فوائد:

① اس حدیث سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، **لا صلٰوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب** کا عموم بھی اس کا مؤید ہے۔ [صحیح بخاری:۷۵۶]

② **مروجه سبحانك اللهم إلخ وفيه :وجل ثناء ك** اور مروجہ درود: ''رحمت و ترحمت'' کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

③ اگر صحابی من السنۃ وغیرہ کے الفاظ کہے تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوتی ہے، دیکھئے صحیح البخاری : ۲ / ۸۵۷ ح ۵۲۱۳، وصحیح مسلم : ۱/۴۷۲ ح ۱۴۶۱ وغیرہما، یہی بات اصول حدیث میں لکھی ہوئی ہے، محمد بن ابراہیم الحلبی الحنفی نے قفوالاثر فی صفوعلوم الاثر (ص۹۴) میں کہا:

"وأماقول الصحابي :من السنة ،ذاكراً قولاً أو فعلاً فله حكم الرفع عند الأكثر وهو مذهب عامة المتقدمين من أصحابنا ومختار صاحب البدائع من متاخريهم"

اور صحابی کا قول من السنۃ چاہے قول سے متعلق ہو یا فعل سے، اکثر کے نزدیک مرفوع کے حکم میں ہے اور یہی مسلک ہمارے عام متقدمین کا ہے اور اسے ہی بدائع الصنائع کے مصنف (ملا کاسانی) نے اختیار کیا ہے، جو کہ متاخرین میں سے ہیں۔

④ جنازہ میں قراءت وغیرہ جہراً بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح البخاری وسنن النسائی سے ظاہر ہے اور سراً بھی جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ (دیکھئے فائدہ نمبر ۶)

⑤ نماز جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کرنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے ثابت ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰]

⑥ ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

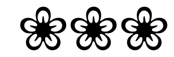
" السنة فى الصلاة على الجنازة أن تكبر ثم تقرأ بأم القرآن ثم تصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم تخلص الدعاء للميت ولا تقرأ إلا فى التكبيرة الأولىٰ ثم تسلم في نفسه عن يمينه"

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو پھر نبی ﷺ پر درود پڑھو۔ پھر خاص طور پر میت کے لیے دعا کرو، قراءت صرف پہلی تکبیر میں کرو پھر اپنے دل میں دائیں طرف سلام پھیر دو۔

[منتقی ابن الجارود: ص۱۸۹ ح ۵۴۰، مصنف عبدالرزاق: ۳/۴۸۸، ۴۸۹ ح ۶۴۲۸]

اس کی سند صحیح ہے۔ [ارواء الغلیل: ج ۳ ص ۱۸۱]

نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے یا انھوں نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنازہ پڑھا ہو۔ نماز جنازہ میں وہی درود پڑھنا چاہیے جو کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ (یعنی نماز والا) "رحمت و ترحمت" والا۔ خود ساختہ درود نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

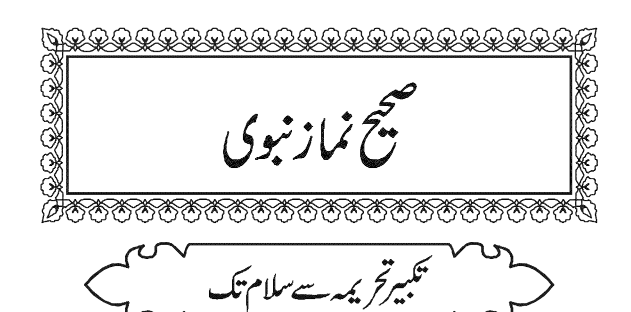


صحیح نمازِ نبوی

تکبیرِ تحریمہ سے سلام تک

حافظ زبیر علی زئی





صحیح نماز نبوی

تکبیر تحریمہ سے سلام تک

۱: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف رخ کرتے، رفع الیدین کرتے اور فرماتے: اللہ اکبر [1]

اور فرماتے: جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ [2]

۲: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے [3]

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے [4]

لہٰذا دونوں طرح جائز ہے لیکن زیادہ حدیثوں میں کندھوں تک رفع الیدین کرنے کا ثبوت ہے، یاد رہے کہ رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کے ساتھ کانوں کا پکڑنا یا چھونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ مردوں کا ہمیشہ کانوں تک اور عورتوں کا کندھوں تک رفع یدین کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

---

[1] ابن ماجہ: ۸۰۳ وسندہ صحیح، وصححہ الترمذی: ۳۰۴ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۲ وابن خزیمہ: ۵۸۷
اس کا راوی عبدالحمید بن جعفر محدثین کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہے، دیکھئے نور العینین فی مسئلۂ رفع الیدین، طبع دوم ص ۹۷-۹۹، اس پر جرح مردود ہے ۔ محمد بن عمرو بن عطاء ثقہ ہیں (تقریب التہذیب: ۶۱۸۷) محمد بن عمرو بن عطاء کا ابوحمید الساعدی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مجلس میں شامل ہونا ثابت ہے، دیکھئے صحیح البخاری (۸۲۸) لہٰذا یہ روایت متصل ہے۔

[2] البخاری: ۷۵۷، مسلم: ۴۵/۳۹۷

[3] البخاری: ۷۳۶، مسلم: ۳۹۰

[4] مسلم: ۲۶، ۲۵/۳۹۱

۳: آپ ﷺ (انگلیاں) پھیلا کر رفع یدین کرتے تھے [1]

۴: آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھتے تھے۔ [2]

لوگوں کو (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھیں۔ [3]

ذراع: کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک ہوتا ہے۔ (القاموس الوحید ص ۵۶۸) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی، کلائی اور ساعد پر رکھا [4]

ساعد: کہنی سے ہتھیلی تک کا حصہ (ہے) دیکھئے القاموس الوحید (ص ۷۶۹) اگر ہاتھ پوری ذراع (ہتھیلی، کلائی اور ہتھیلی سے کہنی تک) پر رکھا جائے تو خود بخود ناف سے اوپر اور سینہ پر آ جاتا ہے۔

۵: رسول اللہ ﷺ تکبیر (تحریمہ) اور قراءت کے درمیان درج ذیل دعا (سراً یعنی بغیر جہر کے) پڑھتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) [5]

---

[1] ابوداود: ۷۵۳ وسندہ صحیح، وصححہ ابن خزیمہ: ۴۵۹ وابن حبان، الاحسان: ۱۷۷۴ والحاکم: ۲۳۴/۱ ووافقہ الذہبی

[2] احمد فی مسندہ ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن، وعنہ ابن الجوزی فی التحقیق: ۲۸۳/۱ ح ۴۷۷ دوسرا نسخہ: ۳۳۸/۱ ح ۴۳۴

[3] البخاری: ۷۴۰ وموطا امام مالک: ۱۵۹/۱ ح ۳۷۷

[4] ابوداود: ۷۲۷ وسندہ صحیح، النسائی: ۸۹۰، وصححہ ابن خزیمہ: ۴۸۰ وابن حبان: ۱۸۵۷

تنبیہ: مردوں کا ناف سے نیچے اور صرف عورتوں کا سینہ پر ہاتھ باندھنا (یہ تخصیص) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

[5] البخاری: ۷۴۴، مسلم: ۵۹۸/۱۴۷

درج بالا دعا کا ترجمہ: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دُوری بنا دے جیسی کہ مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے، اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح (پاک) صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے (پاک و) صاف ہو جاتا ہے، اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال (یعنی معاف کر دے)

درج ذیل دعا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالىٰ جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) [1]

ثابت شدہ دعاؤں میں سے جو دعا بھی پڑھ لی جائے بہتر ہے۔

۶: آپ ﷺ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھتے [2]

درج ذیل دعا بھی ثابت ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ [3]

۷: آپ ﷺ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ [4]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہراً پڑھنا بھی صحیح ہے اور سراً بھی صحیح ہے، کثرتِ دلائل کی رو سے عام طور پر سراً پڑھنا بہتر ہے۔ [5] اس مسئلے میں سختی کرنا بہتر نہیں ہے۔

---

[1] ابوداود: ۷۷۵ وسندہ حسن، النسائی: ۹۰۰، ۹۰۱، ابن ماجہ: ۸۰۴، الترمذی: ۲۴۲، وأعل بما لا يقدح وصححه الحاکم: ۲۳۵/۱ ووافقہ الذہبی۔

ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے، اور تیری تعریف کے ساتھ، تیرا نام برکتوں والا ہے اور تیری شان بلند ہے تیرے سوا دوسرا کوئی الٰہ (معبود برحق) نہیں ہے۔

[2] عبدالرزاق فی المصنف: ۸۵/۲ ح ۲۵۸۹ وسندہ حسن

[3] ابوداود: ۷۷۵ وسندہ حسن، نیز دیکھئے فقرہ: ۵ حاشیہ: ۲

[4] النسائی: ۹۰۶، وسندہ صحیح، وصححہ ابن خزیمہ: ۴۹۹ وابن حبان: الاحسان: ۱۷۹۴، والحاکم علیٰ شرط الشیخین: ۲۳۲/۱ ووافقہ الذہبی۔ ☆ تنبیہ: اس روایت کے راوی سعید بن ابی ہلال نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہے، خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے روایت صحیح بخاری (۱۳۶) وصحیح مسلم (۱۹۷۷/۴۲) میں موجود ہے
۔

[5] "جہراً" کے جواز کے لئے دیکھئے النسائی: ۹۰۶، وسندہ صحیح، "سراً" کے جواز کے لئے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۵ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۷۹۶ وسندہ صحیح۔

۸: پھر آپ ﷺ سورہ فاتحہ پڑھتے تھے [1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۙ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞

سورہ فاتحہ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور ہر آیت پر وقف کرتے تھے [2] ۔

آپ ﷺ فرماتے تھے: " لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ "

جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (صحیح البخاری:۷۵۶)

اور فرماتے: " كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ "

ہر نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے، ناقص ہے۔ [ابن ماجہ:۸۴۱ وسندہ حسن]

۹: پھر آپ ﷺ آمین کہتے تھے [3] ،سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ، پھر جب آپ نے ولا الضالین (جہراً) کہی تو آمین (جہراً) کہی [4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں (امام اور مقتدیوں کو) آمین جہراً کہنی چاہیے۔☆

....

[1] النسائی:۹۰۶، وسندہ صحیح دیکھئے حاشیہ سابقہ:۳

☆ سورہ فاتحہ کا ترجمہ: سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، جو رحمٰن ورحیم ہے، یوم جزا کا مالک ہے۔ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ان لوگوں کے راستے سے بچانا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہیں۔

[2] ابوداود:۴۰۰۱، الترمذی:۲۹۲۷ وقال: "غریب"، وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین (۲۳۲/۲) ووافقہ الذہبی وسندہ ضعیف ولہ شاھد قوی فی مسند احمد:۲۸۸/۶ ح۲۷۰۰۳ وسندہ حسن والحدیث بہ حسن

[3] النسائی:۹۰۶، وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ ۷ حاشیہ:۶ [4] ابن حبان الاحسان: ۱۸۰۲، وسندہ صحیح

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ " فجهر بآمين " پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔ ابوداود:۹۳۳ وسندہ حسن

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے: ((وخفض بها صوته))

اور آپ ﷺ نے اس (آمین) کے ساتھ اپنی آواز پست رکھی۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں آمین سراً کہنی چاہیے، سری نمازوں میں آمین سراً کہنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ والحمدللہ

۱۰: پھر آپ ﷺ سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ [2]

۱۱: آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سورہ فاتحہ پڑھو اور جو اللہ چاہے پڑھو [3]

نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے تھے [4]

اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ [5]

آپ ﷺ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے سکتہ کرتے تھے [6]

۱۲: پھر آپ ﷺ رکوع کے لئے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہتے [7]

۱۳: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ [8]

آپ (عندالرکوع وبعدہ) رفع یدین کرتے پھر (اس کے بعد) تکبیر کہتے [9]

---

[1] احمد: ۳۱۶/۴ ح ۱۹۰۴۸، ورجالہ ثقات وأعلہ البخاری وغیرہ [2] مسلم: ۴۰۰/۵۳ قال رسول اللہ ﷺ: '' أنزلت علي آنفاً سورة ، فقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم إنا أعطيناك الكوثر فصل لربك وانحر إن شانئك هو الأبتر '' سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھی تو مہاجرین وانصار سخت ناراض ہوئے تھے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سورت سے پہلے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے، رواہ الشافعی (الام: ۱۰۸/۱) وصححہ الحاکم علی شرط مسلم (۲۳۳/۲) ووافقہ الذہبی۔ اس کی سند حسن ہے۔ [3] ابوداود: ۸۵۹، وسندہ حسن

[4] البخاری: ۷۶۲ ومسلم: ۴۵۱ [5] البخاری: ۷۷۶، مسلم: ۴۵۱/۱۵۵ [6] ابوداود: ۷۷۷، ۷۷۸، ابن ماجہ: ۸۴۵ وھو حدیث صحیح / حسن بصری مدلس ہیں (طبقات المدلسین بتحقیقی: ۲/۴۰) لیکن ان کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح ہوتی ہے اگرچہ تصریح سماع نہ بھی ہو، نیز دیکھئے نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود: ۳۵۴
[7] البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸ [8] البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲ [9] مسلم: ۳۹۰/۲۲

اگر پہلے تکبیر اور بعد میں رفع یدین کر لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ: آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے [10]

۱۴: آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنے، مضبوطی سے پکڑتے پھر اپنی کمر جھکاتے (اور برابر کرتے) [1] آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا سر نہ تو (پیٹھ سے) اونچا ہوتا اور نہ نیچا (بلکہ برابر ہوتا تھا) [2]

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے تھے، پھر اعتدال (سے رکوع) کرتے۔ نہ تو سر (بہت) جھکاتے اور نہ اسے (بہت) بلند کرتے [3] یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا سر مبارک آپ کی پیٹھ کی سیدھ میں بالکل برابر ہوتا تھا۔

۱۵: آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے گویا کہ آپ نیا نھیں پکڑ رکھا ہے اور دونوں ہاتھ کمان کی ڈوری کی طرح تان کر اپنے پہلوؤں سے دور رکھے۔ [4]

۱۶: آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رکوع میں: **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** کہتے (رہتے) تھے۔ [5]

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کا حکم دیتے تھے کہ یہ (دعا) رکوع میں پڑھیں۔ [6]

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے رکوع میں یہ دعائیں بھی ثابت ہیں:

....

[10] ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ: ۱ حاشیہ: ۱ [1] البخاری: ۸۲۸ [2] مسلم: ۴۹۸/۲۴۰

[3] ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح

[4] ابوداود: ۷۳۴، وسندہ حسن، وقال الترمذی: (۲۶۰): ''حدیث حسن صحیح'' وصححہ ابن خزیمہ: ۶۸۹ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۸ ☆ تنبیہ: فلیح بن سلیمان صحیحین کا راوی اور حسن الحدیث ہے، جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے، لہٰذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے، فلیح مذکور پر جرح مردود ہے۔ والحمدللہ

[5] مسلم: ۷۷۲، ولفظہ: " **ثم ركع فجعل يقول: سبحان ربي العظيم، فكان ركوعه نحواً من قيامه** "

[6] ابوداود: ۸۶۹ وسندہ صحیح، ابن ماجہ: ۸۸۷ وصححہ ابن خزیمہ: ۶۰۱، ۶۷۰ وابن حبان، الاحسان ۱۸۹۵ والحاکم: ۲۲۵/۱، ۴۷۷/۲) واختلف قول الذهبي فيه ، میمون بن مہران (تابعی) اور زہری (تابعی) فرماتے ہیں کہ رکوع وسجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں پڑھنی چاہئیں (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ۲۵۰/۱ ح ۲۵۷۱ وسندہ حسن)

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ [1] یہ دعا آپ کثرت سے پڑھتے

تھے۔

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ [2]

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [3]

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَ مُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ [4]

ان دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے، ان دعاؤں کا ایک ہی رکوع یا سجدے میں جمع کرنا اور اکٹھا پڑھنا کسی صریح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

تاہم حالتِ تشہد ’’ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْ ‘‘(البخاری:۸۳۵، واللفظ لہ، مسلم:۴۰۲) کی عام دلیل سے ان دعاؤں کا جمع کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم

۱۷: ایک شخص نماز صحیح نہیں پڑھتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے فرمایا: ’’جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ پھر قرآن سے جو میسر ہو (یعنی سورہ فاتحہ) پڑھ، پھر اطمینان سے رکوع کر، پھر اٹھ کر (اطمینان سے) برابر کھڑا ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر، پھر اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کر، پھر (دوسرے سجدے سے) اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اپنی ساری نماز (کی ساری رکعتوں) میں اسی طرح کر۔ [5]

---

[1] البخاری: ۷۹۴، ۸۱۷، مسلم: ۴۸۴

[2] مسلم: ۴۸۷

[3] مسلم: ۴۸۵

[4] مسلم: ۷۷۱

[5] البخاری: ۶۲۵۱

۱۸: جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور ’’سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

حَمِدَهٗ ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ '' کہتے تھے [1] '' رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ '' کہنا بھی صحیح اور ثابت ہے۔ [2]

درج ذیل دعائیں بھی ثابت ہیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ [3] ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدُ [4] اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ ، لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ [5] رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ [6]

۱۹: رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں، اس مسئلے میں صراحت سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے لہٰذا دونوں طرح عمل جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ قیام میں ہاتھ نہ باندھے جائیں [7]

۲۰: پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (یا کہتے ہوئے) سجدے کے لئے جھکتے [8]

....

[1] البخاری: ۷۳۵، ۷۳۶

راجح یہی ہے کہ امام مقتدی اور منفرد سب '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ '' پڑھیں۔

[2] البخاری: ۷۸۹، بعض اوقات '' رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ '' جہراً کہنا بھی جائز ہے، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت ہے کہ '' سمعت أبا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد '' یعنی میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اونچی آواز کے ساتھ '' اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ '' پڑھتے ہوئے سنا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۸/۱ ح ۲۵۵۶ وسندہ صحیح)

[3] البخاری: ۷۹۶ [4] مسلم: ۴۷۶ [5] مسلم: ۴۷۸/۲۰۶ [6] البخاری: ۷۹۹

[7] امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں یا چھوڑ دینے چاہئیں تو انھوں نے فرمایا: ''أرجو أن لا يضيق ذلك إن شاء الله '' مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ (مسائل احمد: روایۃ صالح بن احمد بن حنبل: ۶۱۵) [8] البخاری: ۸۰۳، مسلم: ۳۹۲/۲۸

۲۱: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: '' إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ

وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے (بلکہ) اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے (زمین پر) رکھے، آپ ﷺ کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔ [1]

۲۲: آپ ﷺ سجدے میں ناک اور پیشانی، زمین پر (خوب) جما کر رکھتے، اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (بغلوں) سے دور کرتے اور دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے برابر (زمین) پر رکھتے۔ [2] سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ نے جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔'' [3]

۲۳: سجدے میں آپ ﷺ اپنے دونوں بازوؤں کو اپنی بغلوں سے ہٹا کر رکھتے تھے۔ [4] آپ ﷺ سجدے میں اپنے ہاتھ (زمین پر) رکھتے، نہ تو انھیں بچھاتے اور نہ (بہت) سمیٹتے، اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے [5] آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی تھی [6]

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ''سجدے میں اعتدال کرو، کتے کی طرح بازو نہ بچھاؤ۔'' [7]

[1] ابوداود: ۸۴۰ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم، النسائی: ۱۰۹۲، وسندہ حسن/ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ (زمین پر) رکھتے تھے (البخاری قبل حدیث: ۸۰۳) اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے (صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۷ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم: ۲۲۶/۱ ووافقہ الذہبی) جس روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھتے تھے (ابوداود: ۸۳۸ وغیرہ) شریک بن عبداللہ القاضی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے تمام شواہد بھی ضعیف ہیں، ابو قلابہ (تابعی) سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے لگاتے تھے اور حسن بصری (تابعی) پہلے ہاتھ لگاتے تھے (ابن ابی شیبہ: ۲۶۳/۱ ح ۲۷۰۸ وسندہ صحیح) محمد بن سیرین (تابعی) بھی پہلے گھٹنے لگاتے تھے (ابن ابی شیبہ: ۲۶۳/۱ ح ۲۷۰۹ وسندہ صحیح) دلائل کی رو سے راجح اور بہتر یہی ہے کہ پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے لگائے جائیں۔ [2] ابوداود: ۷۳۴، وسندہ حسن، نیز دیکھئے فقرہ ۱۵ حاشیہ ۱۲ [3] ابو داود: ۷۲۶ وسندہ صحیح، النسائی: ۸۹۰ وصححہ ابن خزیمہ: ۴۸۰ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷، نیز دیکھئے فقرہ: ۴ حاشیہ: ۷
[4] ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح دیکھئے فقرہ ۱۴ حاشیہ: ۱۱ [5] البخاری: ۸۲۸
[6] البخاری: ۳۹۰، مسلم: ۴۹۵ [7] البخاری: ۸۲۲، مسلم: ۴۹۳، اس حکم میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ لہٰذا عورتوں کو بھی چاہئے کہ سجدے میں اپنے بازو نہ پھیلائیں۔

آپ ﷺ فرماتے تھے: ''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی،

ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے پنجے'' [1]

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ''جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو سات اطراف (اعضا) اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں، چہرہ، ہتھیلیاں، دو گھٹنے اور دو پاؤں [2] معلوم ہوا کہ سجدے میں ناک پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کا زمین پر لگانا ضروری (فرض) ہے۔ایک روایت میں ہے: **لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَضَعْ أَنْفَهٗ عَلَى الْأَرْضِ** جو شخص (نماز میں) اپنی ناک، زمین پر نہ رکھے اس کی نماز نہیں ہوتی [3]

۲۴: آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے بازوؤں کے درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا [4]

۲۵: سجدے میں بندہ اپنے رب کے انتہائی قریب ہوتا ہے لہٰذا سجدے میں خوب دعا کرنی چاہئے [5] سجدے میں درج ذیل دعائیں پڑھنا ثابت ہے ۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى [6] **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ** [7] **سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ** [8]

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [9]

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ ، دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ ، وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ ، وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ [10]

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ ، وَبِكَ آمَنْتُ ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ ، تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ [11]

....

[1] البخاری:۸۱۲،مسلم:۴۹۰ [2] مسلم:۴۹۱ [3] الدارقطنی فی سننہ:۱/۳۴۸ح۱۳۰۳ مرفوعاً وسندہ حسن

[4] مسلم:۴۹۶،یعنی آپ ﷺ اپنے سینے اور پیٹ کو زمین سے بلند رکھتے تھے،عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے: '' صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ '' نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ [5] مسلم:۴۸۲

[6] مسلم: ۷۷۲ [7] البخاری:۷۹۴،۸۱۷،مسلم:۴۸۴ [8] مسلم:۴۸۷ [9] مسلم:۴۸۵

[10] مسلم:۴۸۳ [11] مسلم:۷۷۱ (جو دعا با سند صحیح ثابت ہو جائے سجدے میں اس کا پڑھنا افضل ہے، رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنا منع ہے دیکھئے صحیح مسلم:۴۷۹،۴۸۰)

۲۶: آپ ﷺ سجدے کو جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے [1]

۲۷: آپ ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں کی ایڑھیاں ملا دیتے تھے اوران کا رخ قبلے کی طرف ہوتا تھا [2]

سجدے میں آپ اپنے دونوں قدم کھڑے رکھتے تھے [3]

۲۸: آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر سجدے سے اٹھتے۔ [4] آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے [5]

آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے (البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نماز میں (نبی ﷺ کی) سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا دیا جائے [6]

۲۹: آپ ﷺ سجدے سے اٹھ کر (جلسے میں) تھوڑی دیر بیٹھے رہتے [7] حتیٰ کہ بعض کہنے والا کہہ دیتا کہ ”آپ بھول گئے ہیں“ [8]

۳۰: آپ جلسے میں یہ دعا پڑھتے تھے: رَبِّ اغْفِرْلِيْ ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ [9]

---

[1] البخاری: ۷۳۸ [2] البیہقی: ۱۱۶/۲ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۶۵۴ وابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۰، والحاکم (۲۲۸/۱، ۲۲۹) علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی [3] مسلم: ۴۸۶، مع شرح النووی

[4] البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲ [5] ابوداود: ۷۳۰، وسندہ صحیح [6] البخاری: ۸۲۷ [7] البخاری: ۸۱۸ [8] البخاری: ۸۲۱، مسلم: ۴۷۲ [9] ابوداود: ۸۷۴ وھو حدیث صحیح، النسائی: ۱۰۷۰، ۱۱۴۶، اس روایت میں رجل من بنی عبس سے مراد: صلہ بن زفر ہے دیکھئے مسند الطیالسی (۴۱۶) ابوحمزہ مولی الانصار سے مراد: طلحہ بن یزید ہے دیکھئے تحفۃ الاشراف (۵۸/۳ ح ۳۳۹۵) وتقریب التہذیب (تحت رقم: ۸۰۶۳) جلسہ میں تشہد کی طرح اشارہ، جس روایت میں آیا ہے (مسند احمد: ۳۱۷/۴ ح ۱۹۰۶۳) اسکی سند سفیان (الثوری) کی تدلیس (عنعنہ) کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ” **وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري و الأعمش وأبي اسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقين ....** “ مدلسین جو ثقہ وعادل ہیں ہم ان کی صرف انھی روایات سے حجت پکڑتے ہیں جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کی ہے مثلاً (سفیان) ثوری، اعمش، ابواسحاق اور ان جیسے دوسرے صاحبِ تقویٰ (صاحبِ اتقان) ائمہ (صحیح ابن حبان، الاحسان مع تحقیق شعیب الأرناووط ج ۱ ص ۱۶۱) سفیان الثوری کو حاکم نیسابوری نے (مدلسین کی) تیسری قسم (طبقۂ ثانیہ) میں ذکر کیا ہے (دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶، ۱۰۵)

۳۱: پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرتے۔ [1]

آپ ﷺ سجدے میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [2]

آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [3]

سجدے میں آپ ﷺ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى پڑھتے تھے [4]

دیگر دعاؤں کے لئے دیکھئے فقرہ: ۲۵

۳۲: پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرے) سجدے سے سر اٹھاتے [5]

سجدے سے اٹھتے وقت آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [6]

۳۳: آپ ﷺ جب طاق (پہلی یا تیسری) رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے تھے۔ [7]

دوسرے سجدے سے آپ ﷺ جب اٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی۔ [8]

۳۴: ایک رکعت مکمل ہوگئی، اب اگر آپ ایک وتر پڑھ رہے ہیں تو پھر تشہد، درود اور دعائیں (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) پڑھ کر سلام پھیر لیں۔ [9]

....

[1] البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸ [2] البخاری: ۷۳۸ [3] مسلم: ۳۹۰/۲۱، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے [4] مسلم: ۷۷۲

[5] البخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲/۲۸ [6] البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲ [7] البخاری: ۸۲۳

[8] ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، آپ ﷺ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کا حکم دیتے تھے (صحیح البخاری: ۶۲۵۱) نیز دیکھئے فقرہ ۱۷، اس سنتِ صحیحہ کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ [9] دیکھئے تشہد = فقرہ: ۴۱ درود = فقرہ: ۴۲ دعائیں = فقرہ: ۴۹، ۵۰، سلام = فقرہ: ۵۰، ۵۱ ایک رکعت پر اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا بھی جائز ہے اور نہ کرنا بھی، مگر بہتر یہی ہے کہ تورک کیا جائے ایک روایت میں ہے کہ ”حتىٰ إذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخر رجله اليسرىٰ وقعد متوركاً علىٰ شقه الأيسر“ ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح۔

۳۵: پھر آپ ﷺ زمین پر (دونوں ہاتھ رکھ کر) اعتماد کرتے ہوئے (دوسری رکعت

کے لئے) اٹھ کھڑے ہوتے۔ [1]

۳۶: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قراءت شروع کرتے وقت سکتہ نہ کرتے تھے۔ [2]

سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ذکر گزر چکا ہے۔ [3]

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ [4] کی رو سے بسم اللہ سے پہلے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھنا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔ رکعتِ اولی میں جو تفاصیل گزر چکی ہیں [5] حدیث: ''پھر ساری نماز میں اسی طرح کر'' [6] کی رو سے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھنی چاہئے۔

۳۷: دوسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد (تشہد کے لئے) بیٹھ جانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔ [7]

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ترپن کا عدد (یعنی حلقہ) بناتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے [8] یعنی اشارہ کرتے ہوئے دعا کرتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملاتے (یعنی حلقہ بناتے) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ [9]

لہٰذا دونوں طرح عمل جائز ہے۔

---

[1] البخاری: ۸۲۴ و ابن خزیمہ فی صحیحہ: ۶۸۷، ازرق بن قیس (ثقہ/التقریب: ۳۰۲) سے روایت ہے میں نے (عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں پر اعتماد کر کے کھڑے ہوئے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۹۵ ح ۳۹۹۶ وسندہ صحیح)

[2] مسلم: ۵۹۹، ابن خزیمہ: ۱۶۰۳، ابن حبان: ۱۹۳۳ [3] دیکھئے فقرہ: ۷ وحاشیہ: ۴ [4] سورہ النحل: ۹۸

[5] فقرہ: ا سے لے کر فقرہ: ۳۳ تک [6] البخاری: ۶۲۵۱، نیز دیکھئے فقرہ: ۱۷ [7] مسلم: ۱۱۲/۵۷۹

[8] مسلم: ۱۱۵/۵۸۰ [9] مسلم: ۱۱۳/۵۷۹

۳۸: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھتے تھے۔ [1]

آپ ﷺ اپنی دونوں ذراعیں [2] اپنی رانوں پر رکھتے تھے [3]

۳۹: آپ ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ [4]

آپ ﷺ انگلی اٹھادیتے، اس کے ساتھ تشہد میں دعا کرتے تھے۔ [5]

آپ ﷺ شہادت والی انگلی کو تھوڑا سا جھکا دیتے تھے۔ [6]

آپ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی کو حرکت دیتے (ہلاتے) رہتے تھے۔ [7]

۴۰: آپ ﷺ اپنی تشہد کی انگلی کو قبلہ رخ کرتے اور اسی کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ [8]

آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد والے (یعنی پہلے) تشہد، اور چار رکعتوں کے بعد والے (یعنی آخری) تشہد، دونوں تشہدوں میں یہ اشارہ کرتے تھے۔ [9]

---

[1] ابوداود: ۷۲۶، ۹۵۷ وسندہ صحیح، النسائی: ۱۲۶۶، ابن خزیمہ: ۷۱۳، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ [2] ذراع کے مفہوم کے لئے دیکھئے فقرہ: ۴ [3] النسائی: ۱۲۶۵ وھو حدیث صحیح بالشواہد [4] مسلم: ۵۸۰/۱۱۵ [5] ابن ماجہ: ۹۱۲، وسندہ صحیح، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴۲ [6] ابوداود: ۹۹۱ وسندہ حسن، ابن خزیمہ: ۷۱۶، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴۳ [7] النسائی: ۱۲۶۹ وسندہ صحیح، ابن خزیمہ: ۷۱۴، ابن الجارود فی المنتقی: ۲۰۸، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ ☆تنبیہ: بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ "یُحَرِّکُھَا" کا لفظ شاذ ہے کیونکہ اسے زائدہ بن قدامہ کے علاوہ دوسرے کسی نے بھی بیان نہیں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ: زائدہ بن قدامہ: ثقة ثبت، صاحب سنة ہیں (التقریب: ۱۹۸۲) لہٰذا ان کی زیادت مقبول ہے اور دوسرے راویوں کا یہ لفظ ذکر نہ کرنا شذوذ کی دلیل نہیں کیونکہ عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ " ولا یحرکھا " والی روایت (ابوداود: ۹۸۹، النسائی: ۱۲۷۱) محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے میری کتاب " أنوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة " ص ۲۸ محمد بن عجلان مدلس ہیں (طبقات المدلسین: ۳/۹۸ بتحقیقی)

[8] النسائی: ۱۱۶۱، وسندہ صحیح، ابن خزیمہ: ۷۱۹، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴۴ ☆تنبیہ: یہ روایت اس متن کے بغیر صحیح مسلم: ۵۸۰/۱۱۶ میں مختصراً موجود ہے۔ [9] النسائی: ۱۱۶۲، وسندہ حسن ☆تنبیہ: لا الٰہ پر انگلی اٹھانا اور الا اللہ پر رکھ دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے آخر تک، حلقہ بنا کر شہادت والی انگلی اٹھائی جائے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو (تشہد میں) دو انگلیوں سے اشارہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: " أَحِّدْ أَحِّدْ ": صرف ایک انگلی سے اشارہ کرو (الترمذی: ۳۵۵۷=

۴۱: آپ ﷺ تشہد میں درج ذیل دعا (التحیات) سکھاتے تھے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ [1] اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ،
اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ [2]

۴۲: پھر آپ ﷺ درود پڑھنے کا حکم دیتے تھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى
إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ
إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [3]

۴۳: دو رکعتیں مکمل ہو گئیں، اب اگر دو رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ الفجر) ہے۔ تو دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں اور اگر تین یا چار رکعتوں والی نماز ہے تو تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جائیں۔ [4]

= وقال: حسن، النسائی: ۱۲۷۳ وھو حدیث صحیح) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شروع تشہد سے لے کر آخر تک شہادت والی انگلی اٹھائی رکھنی چاہئے۔ [1] علیک سے یہاں مراد حاضر نہیں بلکہ غائب ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو ہم: '' اَلسَّلَامُ ، يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ '' پڑھتے تھے (البخاری: ۶۲۶۵) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ''علیک'' کی جگہ ''علی'' پڑھنا اس کی زبردست دلیل ہے کہ ''علیک'' سے مراد یہاں قطعاً حاضر نہیں ہے، یاد رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی روایتوں کو بعد والے لوگوں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ [2] البخاری: ۱۲۰۲

☆ تنبیہ: اس مشہور ''التحیات'' کے علاوہ دوسرے جتنے صیغے صحیح و حسن احادیث سے یہاں پڑھنے ثابت ہیں (اس کے بدلے) اُن کا پڑھنا جائز اور موجبِ ثواب ہے۔ [3] البخاری: ۳۳۷۰، البیہقی فی السنن الکبریٰ: ۱۴۸/۲ ح ۲۸۵۶ [4] پہلے تشہد میں درود پڑھنا انتہائی بہتر اور موجبِ ثواب ہے، عام دلائل میں ''قولوا'' کے ساتھ اس کا حکم آیا ہے کہ درود پڑھو، اس حکم میں آخری تشہد یا پہلے تشہد کی کوئی تخصیص نہیں ہے، تاہم اگر کوئی شخص پہلے تشہد میں درود نہ پڑھے اور صرف التحیات پڑھ کر ہی کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے التحیات (عبدہ ورسولہ تک) سکھا کر فرمایا: ''پھر اگر نماز کے درمیان (یعنی اول تشہد) میں ہو تو (اٹھ) کھڑا ہو جائے'' (مسند احمد: ۴۵۹/۱ ح ۴۳۸۲، وسندہ حسن) =

۴۴: پھر جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو (اٹھتے وقت) تکبیر (اللہ اکبر)

کہتے [1] اور رفع یدین کرتے۔ [2]

۴۵: تیسری رکعت بھی دوسری رکعت کی طرح پڑھنی چاہیئے، الا یہ کہ تیسری اور چوتھی (آخری دونوں) رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اس کے ساتھ کوئی سورت وغیرہ نہیں ملانی چاہیئے جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ [3]

۴۶: اگر تین رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ المغرب) ہے تو تیسری رکعت مکمل کرنے کے بعد [دوسری رکعت کی طرح تشہد اور درود پڑھ لیا جائے اور دعا (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) پڑھ کر دونوں طرف] سلام پھیر دیا جائے۔ [4]

تیسری رکعت میں اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا چاہیئے دیکھئے فقرہ: ۴۸

۴۷: اگر چار رکعتوں والی نماز ہے تو پھر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ [5]

۴۸: چوتھی رکعت بھی تیسری رکعت کی طرح پڑھے۔ [6] آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی رکعت میں تورک کرتے تھے (صحیح البخاری: ۸۲۸) تورک کا مطلب یہ ہے کہ ''نمازی کا دائیں کولہے کو دائیں پیر پر اس طرح رکھنا کہ وہ کھڑا ہو، اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو، نیز بائیں کولہے کو زمین پر ٹیکنا اور بائیں پیر کو پھیلا کر دائیں طرف نکالنا۔''

(القاموس الوحید ص ۱۸۴۱) نیز دیکھئے فقرہ: ۴۹

چوتھی رکعت مکمل کرنے کے بعد التحیات اور درود پڑھے۔ [7]

....

= اگر دوسری رکعت پر سلام پھیرا جا رہا ہے تو تورک کرنا بہتر ہے اور نہ کرنا بھی جائز ہے دیکھئے فقرہ: ۳۴، حاشیہ: ۱۲ [1] البخاری: ۷۸۹، ۸۰۳، مسلم: ۳۹۲/۲۸ [2] البخاری: ۷۳۹ ☆ تنبیہ: یہ روایت بالکل صحیح ہے، اس پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے، سنن ابی داود (۷۳۰ وسندہ صحیح) وغیرہ میں اس کے صحیح شواہد بھی ہیں۔ والحمدللہ [3] دیکھئے فقرہ: ۱۱، حاشیہ: ۳ [4] دیکھئے البخاری: ۱۰۹۲ [5] دیکھئے فقرہ: ۳۳ [6] یعنی صرف سورت فاتحہ ہی پڑھے، تاہم تیسری اور چوتھی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم (۴۵۲) کی حدیث سے ثابت ہے۔ [7] دیکھئے فقرہ: ۴۱، وفقرہ ۴۲

پھر اس کے بعد جو دعا پسند ہو (عربی زبان میں) پڑھ لے [1] چند دعائیں درج ذیل ہیں

جنھیں رسول اللہ ﷺ پڑھتے یا حکم دیتے تھے۔

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ [2]

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ [3]

○ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمِ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ [4]

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْماً كَثِيْراً وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ [5]

○ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [6]

---

[1] البخاری: ۸۳۵مسلم: ۴۰۲/، اس پر امیر المؤمنین فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے: " باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد وليس بواجب " یعنی: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کر لی جائے اس کا باب اور یہ (دعا) واجب نہیں ہے۔ [2] البخاری: ۱۳۷۷، مسلم: ۵۸۸/۱۳۱ ، رسول اللہ ﷺ اس دعا کا حکم دیتے تھے (مسلم: ۵۸۸/۱۳۰) لہٰذا یہ دعا تشہد میں ساری دعاؤں سے بہتر ہے، طاوس (تابعی) سے مروی ہے کہ وہ اس دعا کے بغیر نماز کے اعادے کا حکم دیتے تھے (مسلم: ۵۹۰/۱۳۴)

[3] البخاری: ۸۳۲، مسلم: ۵۸۹ [4] مسلم: ۵۹۰

[5] البخاری: ۸۳۴، مسلم: ۲۷۰۵ [6] مسلم: ۷۷۱

۵۰: ان کے علاوہ جو دعائیں ثابت ہیں ان کا پڑھنا جائز اور موجبِ ثواب ہے مثلاً

آپ ﷺ یہ دعا بکثرت پڑھتے تھے:

" اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِيْ الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ " [1]

دعا کے بعد آپ ﷺ دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دیتے تھے۔ [2]

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ [3]

۵۱: اگر امام نماز پڑھا رہا ہو تو جب وہ سلام پھیر دے تو سلام پھیرنا چاہئے ، عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ" ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔ [4]

---

[1] البخاری:۴۵۲۲ [2] مسلم:۵۸۱، ۵۸۲

[3] ابوداود: ۹۹۶، وھو حدیث صحیح، الترمذی:۲۹۵ وقال: "حسن صحیح" النسائی: ۱۳۲۰، ابن ماجہ: ۹۱۴، ابن حبان، الاحسان:۱۹۸۷

☆ تنبیہ: ابواسحاق الہمدانی نے " حدثنی علقمة بن قيس والأسود بن يزيد و أبو الأحوص " کہہ کر سماع کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی :۲/۱۷۷ ح ۲۹۷۴، لہٰذا اس روایت پر جرح صحیح نہیں ہے، ابواسحاق سے یہ روایت سفیان الثوری وغیرہ نے بیان کی ہے والحمدللہ۔ اگر دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں تو بھی جائز ہے، دیکھئے سنن ابی داود (۹۹۷ وسندہ صحیح)

[4] البخاری: ۸۳۸ ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیر لے تو (پھر) مقتدی سلام پھیریں (البخاری قبل حدیث: ۸۳۸ تعلیقاً) لہٰذا بہتر یہی ہے کہ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرے، اگر امام کے ساتھ ساتھ، پیچھے پیچھے بھی سلام پھیر لیا جائے تو جائز ہے دیکھئے فتح الباری (۲/۳۲۳ باب ۱۵۳، يسلم حين يسلم الإمام)

نماز کے بعد: اذکار

۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''كُنْتُ أَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام تکبیر (اللہ اکبر) سے پہچان لیتا تھا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ ''مَا كُنَّا نَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ'' ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا معلوم نہیں ہوتا تھا مگر تکبیر (اللہ اکبر، سننے) کے ساتھ۔ ❷

۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (پوری کر کے) ختم کرنے کے بعد تین دفعہ استغفار کرتے (استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ) اور فرماتے:

'' اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ ، تَبَارَكْتَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ'' ❸

۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل دعائیں بھی پڑھتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّمِنْكَ الْجَدُّ ❹

....

❶ البخاری: ۸۴۲، مسلم: ۵۸۳/۱۲۰، ولفظہ: '' كنا نعرف انقضاء صلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير '' امام ابوداود نے اس حدیث پر '' باب التكبير بعد الصلٰوة '' کا باب باندھا ہے (قبل ح ۱۰۰۲) لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ (فرض) نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کو اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہئے، یہی حکم منفرد کے لئے بھی ہے ''أن رفع الصوت بالذكر '' میں الذکر سے مراد '' التكبير '' ہی ہے جیسا کہ حدیث البخاری وغیرہ سے ثابت ہے، اصول میں یہ مسلّم ہے کہ: '' الحديث يفسر بعضه بعضاً'' یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر (بیان) کرتی ہیں۔

❷ مسلم: ۵۸۳/۱۲۱ ❸ مسلم: ۵۹۱ ❹ البخاری: ۸۴۴، مسلم: ۵۹۳

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ [1]

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس [۳۳] دفعہ تسبیح (سبحان اللہ) تینتیس [۳۳] دفعہ حمد (الحمد للہ) اور تینتیس [۳۳] دفعہ تکبیر (اللہ اکبر) پڑھے اور آخری دفعہ

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“ پڑھے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ (گناہ) سمندر کے جھاگ کے برابر (یعنی بہت زیادہ) ہوں۔ [2] تینتیس [۳۳] دفعہ سبحان اللہ، تینتیس [۳۳] دفعہ الحمد للہ، اور چونتیس [۳۴] دفعہ اللہ اکبر کہنا بھی صحیح ہے۔ [3]

آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات (وہ سورتیں جو قل اعوذ سے شروع ہوتی ہیں) پڑھیں۔ [4]

ان کے علاوہ جو دعائیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان کا پڑھنا افضل ہے، چونکہ نماز اب مکمل ہو چکی ہے لہٰذا اپنی زبان میں دعا مانگی جا سکتی ہے [5]

۴: آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ، لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَّمُوْتَ [6]

جس نے ہر فرض نماز کے آخر میں (سلام کے بعد) آیت الکرسی پڑھی، وہ شخص مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔

---

[1] ابوداود: ۱۵۲۲ وسندہ صحیح، النسائی: ۱۳۰۴ وصححہ ابن خزیمہ: ۷۵۱ وابن حبان، الاحسان: ۲۰۱۷، ۲۰۱۸ والحاکم علیٰ شرط الشیخین (۱/۲۷۳) ووافقہ الذہبی [2] مسلم: ۵۹۷ [3] دیکھئے مسلم: ۵۹۶ [4] ابوداود: ۱۵۲۳ وسندہ حسن، النسائی: ۱۳۳۷ ولہ طرق آخر عند الترمذی: ۲۹۰۳ وقال: ”غریب“ وطریق ابی داود: صححہ ابن خزیمہ: ۷۵۵ وابن حبان، الاحسان: ۲۰۰۱ والحاکم (۱/۲۵۳) علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی [5] نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے اور آخر میں اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے (البخاری فی الادب المفرد: ۶۰۹ وسندہ حسن) اس روایت (اثر) کے راویوں محمد بن فلیح اور فلیح بن سلیمان دونوں پر جرح مردود ہے، ان کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی، نیز دیکھئے فقرہ: ۱۵، حاشیہ: ۱۲، [6] النسائی فی الکبریٰ: ۹۹۲۸ (عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۰ وسندہ حسن، وکتاب الصلوٰۃ لابن حبان (اتحاف المہرۃ لابن حجر: ۲۵۹/۶ ح ۶۴۸۰)

اطراف

اللهم أعني على ذكرك وشكرك طج

اللهم اغفرلي ذنبي ووسع لي طلا

اللهم اغفرلي ذنبي كله طج

اللهم اغفرلي ما قدمت طلا

اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم طلاج

اللهم إنا نستعينك م

اللهم اهدني فيمن هديت م

اللهم باعدبيني مع

اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة طلا

اللهم ربنا لك الحمد طلا

اللهم صلي على محمد ط

اللهم لك ركعت وبك آمنت طلا

اللهم لك سجدت وبك آمنت طج

أمر بلال أن يشفع الأذان ع

أمرهم أن يمسحوا على العصائب ط

أمني جبريل عند البيت مرتين طج

إن بلالاً كان يثني الأذان لا

أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً ع

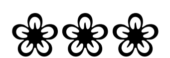
إن رفع الصوت بالذكر ج

أن النبي ﷺ بهم في كسوف الشمس مج

أنزلت علي أنفاً سورة ط

إنما الأعمال بالنيات ط

صليت خلف عمر فجهر ببسم الله	ع لا
صلينا مع النبي ﷺ فسلمنا	لاط
صلوا كما رأيتموني أصلي	ط ج ط
﴿فإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله﴾	ع ط
فإذا نسي أحدكم فليسجد	ج
﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾	لاط
فلا صلوة لفرد خلف الصف	مه
فليس بفرض	ع ط
فنهى أن يصلى في المسجد	ط
قال كثيرمن أهل العلم إحدى عشرة ركعة	لا
قلت كم بينهما ؟	مط
كان رسول الله ﷺ إذا قعد يدعو	ج ج
كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ	ط م
كان رسول الله ﷺ يفصل بين الشفع والوتر	مج
كان رسول الله يقرأ في الفجر يوم الجمعة	ج
كل صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب	ط
كنا إذا صلينا خلف رسول الله ﷺ	ط لا
كنت أعرف انقضاء صلوة النبي ﷺ	طلا
لا تفعلوا إلا بأم القرآن	لا
لا صلوة لمن لم يضع أنفه	ج ط
لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب	لاع، ط، ط
لا قرأة مع الإمام	لاج



رجال

